01-01-14 Jang

فوج اور حکومت ایک صفحے پر!

وزیراعظم نواز شریف کی زیر صدارت پیر کو ملک کی سیاسی اور عسکری قیادت کا مشترکہ اجلاس ہوا جس میں طالبان سے مذاکرات سمیت مختلف آپشنز کے بارے میں حکمت عملی کے علاوہ دہشت گردی پر قابو پانے کے لئے قانون سازی کا بھی جائزہ لیا گیا۔ اس موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے وزیراعظم نے کہا ہے کہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے حکومت اور فوج کا مؤقف ایک ہے۔ بے گناہ شہریوں اور مسلح افواج پر دہشت گردوں کے حملے برداشت نہیں کئے جائیں گے اور ہم اس لعنت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے مربوط حکمت عملی اپنائیں گے۔ اجلاس میں کراچی میں امن وامان قائم کرنے کے لئے جاری آپریشن کے نتائج اور اگلے مرحلے کی حکمت عملی پر بھی غور کیا گیا اور وزیراعظم نے واضح کیا کہ کراچی ہو یا فاٹا اور پاٹا، دہشت گردی اور لاقانونیت کے خاتمے کے لئے سول انتظامیہ اور فوج ایک ہی مؤقف رکھتے ہیں۔ ملک میں سالہا سال سے جاری دہشت گردی کی روک تھام کے لئے سیاسی وعسکری قیادت کا یہ مشترکہ اجلاس انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ خاص طور پر وزیراعظم کے اس بیان کے بعد، کہ قوم کو درپیش دہشت گردی کے سنگین مسئلہ پر حکومت اور فوج کی سوچ ایک ہی ہے، بعض حلقوں کی جانب سے پھیلائے جانے والے اس تاثر کی نفی ہوگئی ہے کہ اس باب میں دونوں بڑے اداروں کی رائے میں کوئی اختلاف ہے۔ ماضی میں عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ سیاسی حکومت دہشت گردوں سے مذاکرات کے ذریعے حالات معمول پر لانا چاہتی ہے جبکہ عسکری قیادت بات چیت کے عمل کو سعی لاحاصل سمجھتی ہے، تاہم اصل بات یہی ہے اور ملک کے لئے خوش آئند بھی یہی بات ہے کہ اس مسئلہ پر ماضی قریب میں بھی حکومت وقت کو مسلح افواج کی بھرپور حمایت حاصل رہی اور اب بھی سول انتظامیہ اور مسلح افواج کے انداز فکر میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو حساس قومی مسائل کے حل کے لئے جمہوری طور طریقوں پر قوم کے اتحاد اور اتفاق کی مظہر ہے۔ قومی معاملات میں اختلاف رائے اگر انتشار و افتراق پھیلانے کی نیت سے نہ ہو تو یہ خیر و برکت کا موجب ہوتی ہے اور یہ دنیا بھر کا معمول ہے۔ جمہوری معاشروں میں قوم کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والے ہر ایشو پر بحث مباحثہ ہوتا ہے جس کا مقصد بہتر سے بہتر تدابیر اختیار کرنا ہے اس طرح مختلف آرا کے جائزے اور تجزیئے کی روشنی میں ایسے حتمی فیصلے پر پہنچنا ممکن ہو جاتا ہے جس پر سب کا اتفاق ہو۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے کل جماعتی کانفرنس نے طالبان سے مذاکرات کے حق میں متفقہ فیصلہ دیا تھا۔ حکومت اس سلسلے میں پیش قدمی بھی کر رہی تھی مگر آخری وقت پر بیرونی عوامل نے اس میں رکاوٹ پیدا کردی۔ نتیجہ خیز مذاکرات کے لئے ضروری ہے کہ فریق مخالف بھی اس کے لئے پوری طرح تیار ہو۔ طالبان کا رویہ اس وقت بعض خفی یا جلی تحفظات کی وجہ سے مذاکرات سے زیادہ مجادلے کے حق میں دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ بعض مذہبی قوتیں اب بھی مذاکرات پر ہی زور دے رہی ہیں مگر زمینی حقائق کا تقاضا ہے کہ حکومت دیگر آپشنز کے لئے بھی تیار رہے۔ اس حوالے سے سیاسی وعسکری قیادت کا ایک ہی صفحے پر اکٹھے ہونا خوش آئند ہے۔ مذاکرات کا دروازہ اگر مقفل ہو جاتا ہے اور ملک کو درپیش خطرات سے بچانے کے لئے آخری چارہ کار کے طور پر اسے توڑنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کے لئے حکومت اور فوج کو فکر وعمل کی ہم آہنگی کے ساتھ مل کر آگے بڑھنا ہوگا۔ حکومت نے انسداد دہشت گردی کے قوانین میں یکسانیت پیدا کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ اس سمت میں ایک درست اقدام ہے۔ اس سلسلے میں ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جو دس روز میں حکومت کو اپنی رپورٹ پیش کردے گی۔ وزیراعظم کی زیر صدارت اجلاس میں نئی قانون سازی اور اس پر عملدرآمد پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔ توقع ہے کہ جلد ہی نئے قانون کی منظوری پارلیمنٹ سے لی جائے گی۔ حکومت اور عسکری قیادت دونوں مل کر دہشت گردی کے خاتمے کے لئے مذاکرات سمیت جو بھی آپشن اختیار کریں اسے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر تمام سیاسی قوتوں کی تائید بھی حاصل ہونی چاہئے۔ ملک میں امن واستحکام اور معاشی بحالی کی جنگ جیتنے کا یہی درست راستہ ہے۔

01-05-14 Jang

حکومت طالبان مذاکرات میں نئی مشکلات

طالبان رابطہ کمیٹی کے رکن پروفیسر محمد ابراہیم نے منگل کو میڈیا سے گفتگو کے دوران اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ حکومت طالبان مذاکرات کا آنے والا دور نہایت اہم ہے اسے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ طالبان اور سکیورٹی فورسز ایک دوسرے کے خلاف کارروائیاں بند کردیں، انہوں نے اس امر کی نشاندہی بھی کی کہ طالبان سے رابطوں میں مشکلات پیش آ رہی ہیں جنہیں دور کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور توقع ہے کہ طالبان شوریٰ سے حکومتی اور طالبان رابطہ کمیٹیوں کی چند روز میں ملاقات ہوجائے گی۔ یہ بات تو واضح ہے کہ حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات اس رفتار سے آگے نہیں بڑھے جس کی قوم توقع کررہی تھی۔ اس کی بڑی وجہ تحریک طالبان کے مختلف گروپوں کے درمیان اختلافات ہیں لیکن مذاکرات کو آگے بڑھانے میں ایک رکاوٹ رابطہ کمیٹیوں کے ارکان کی وہ غیر محتاط بیان بازی بھی ہے جس سے فریقین میں غلط فہمیاں اور بدگمانیاں جنم لیتی ہیں۔ اس کی وجہ سے حکومتی کمیٹی کے رکن میجر (ر) عامر مذاکراتی عمل ہی سے الگ ہوگئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق ان کا موقف ہے کہ معاملے کی حساسیت کے پیش نظر مذاکرات کی کامیابی کیلئے رازداری برتنے کی ضرورت ہے جبکہ طالبان رابطہ کمیٹی کی جانب سے آئے روز میڈیا کو دیئے جانے والے بیانات اور عوامی اجتماعات میں خطابات سے معاملہ عام بحث مباحثے کی شکل اختیار کرلیتا ہے جس سے پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وزیراعظم نے حکومتی رابطہ کمیٹی کے ارکان کو کھلے عام اس مسئلہ پر اظہار خیال سے روک دیا تھا۔ طالبان کمیٹی کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے تھا اور معاملے کے حساس پہلوؤں پر لب کشائی سے گریز کرنا چاہئے تھا۔ اب جبکہ وزیراعظم کی زیر صدارت سول اور فوجی قیادت نے مذاکرات کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے اتفاق رائے سے حکومتی حکمت عملی طے کرلی ہے، طالبان کو بھی مذاکرات کی آئندہ نشست میں واضح ایجنڈہ سامنے لانا چاہئے تاکہ عوام خوف و ہراس کی فضا سے نکل کر زندگی کے معمولات کی طرف لوٹ سکیں۔

SMS: #JEC (space) message & send to 8001

01-09-13 Jang

طالبان سے مذاکرات؟

وفاقی وزیر اطلاعات پرویز رشید نے جمعہ کے روز اس بات کی تصدیق کی ہے کہ حکومت پاکستان اور طالبان کے درمیان بیک چینل یا خفیہ مذاکرات کا آغاز ہوگیا ہے اور اس سلسلہ میں ابتدائی رابطوں کو آگے بڑھانے میں قابل ذکر مدد ملی ہے اور ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر ایک غیر ملکی نشریاتی ادارے کو بتایا ہے کہ حکومت نے اس حوالے سے بہت سا ہوم ورک پہلے ہی مکمل کرلیا تھا اور طالبان کے دوسرے بڑے رہنما مولوی ولی الرحمٰن کی ہلاکت سے مذاکراتی عمل کو جو نقصان پہنچا تھا اس کا کافی حد ازالہ کرنے میں کامیابی ہوئی ہے ۔یوں مذاکرات سے پہلے ہی فائدہ ہونا شروع ہوگیا ہے ۔طالبان سے مذاکرات کا مرحلہ بہت کٹھن اور پیچیدہ ہے کیونکہ ان کے متعدد گروہ اور تنظیمیں ہیں اور ابھی تک یہ واضح نہیں کہ ان میں سے حکومت کون کون سے گروپوں کے ساتھ رابطے میں ہے اور ان سے کس سطح پر بات چیت ہورہی ہے ۔حکمران مسلم لیگ (ن) اوائل ہی سے اس امر کا تاثر دیتی چلی آرہی ہے کہ گو ریاست کے پاس طالبان کے خلاف طاقت کے استعمال کا آپشن موجود ہے لیکن وہ مذاکرات کے راستے کو نظر انداز کرنا درست نہیں سمجھتی اور اس ذریعے کو بھی بہر طور استعمال کرنے کی خواہشمند ہے یہ بات درست بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب بڑی بڑی جنگوں کے حتمی فیصلے بھی بالآخر مذاکرات کی میز پر ہی ہوتے ہیں تو پھر طالبان سے مذاکرات کے لئے وقت، انسانی جانوں اور وسائل کا مزید زیاں کیوں برداشت کیا جائے ۔اگرچہ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو پارہا کہ جن طالبان سے مذاکرات کا ڈول ڈالا جارہا ہے ان سے کن شرائط پر اور کون سے ایجنڈے پر معاملات کو آگے بڑھایا جارہا ہے لیکن حکومت کی یہ دلیل بے وزن نہیں ہے کہ اکتوبر 2001ء میں افغانستان پر امریکی حملے کے بعد پاکستان کو بدامنی اور تشدد کی لپیٹ میں لینے والی جس لہر میں ہزاروں شہری ،فوجی جوان اور سیکورٹی اہلکار اپنی جان ہار چکے ہیں اور اربوں روپے کی املاک تباہ ہوچکی ہیں اگر اس کو روکنے کے لئے بات چیت کے ذریعے کسی امن فارمولے تک پہنچا جاسکے تو یہ کسی طرح گھاٹے کا سودا نہیں ہوگا، تاہم مذاکرات کا یہ عمل اسی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا ہے جب اسے قومی اتفاق رائے سے اپنی منزل تک پہنچایا جائے ،کوئی بھی مقتدر پارٹی خواہ اسے کتنی بھی مقبولیت حاصل کیوں نہ ہو وہ تن تنہا اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی ۔جب تک سارے اسٹیک ہولڈرز اس میں شامل نہ ہوں اور ان کے مفادات اور تحفظات کا خیال نہ رکھا جائے اس وقت تک ان سے دیرپا اور مستقل قیام امن کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔اس وقت صورتحال یہ ہے کہ حکمران پارٹی کو طالبان سے مذاکرات کے لئے پی پی پی تحریک انصاف ،اے این پی اور پاکستان مسلم لیگ ق سمیت کئی اپوزیشن پارٹیوں کی حمایت بھی حاصل ہے ۔جے یو آئی ایف کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن، جواب حکومت کے اتحادی بھی ہیں، ایک عرصہ سے طالبان سے مذاکرات کرنے کے حامی ہیں اور باور کیا جاتا ہے کہ طالبان سے حالیہ روابط کے قیام میں بھی انہوں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے ۔گزشتہ روز وہ یہ انکشاف بھی کرچکے ہیں کہ طالبان سے مذاکرات کے آغاز نو کے لئے قدم اٹھالیا گیا ہے اور توقع ہے کہ آئندہ ایک ماہ تک فریقین میں باضابطہ بات چیت شروع ہوجائے گی تاہم یہ امر تعجب خیز ہے کہ مذاکرات کے آغاز سے پیشتر حکومت کی جانب سے اپوزیشن کو اعتماد میں لینے کی باضابطہ کوئی کوشش نہیں کی گئی اور اس سلسلے میں جب وفاقی وزیر اطلاعات سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے طرح دیتے ہوئے کہا کہ حکومت رسمی اور غیر رسمی اجلاسوں میں اور خاص طور پر پارلیمنٹ ہاؤس میں ہمیشہ اہم معاملات میں اپوزیشن کو اعتماد میں لیتی ہے یقیناً یہ اپنی جگہ درست ہوگا لیکن اچھا ہوتا کہ طالبان سے مذاکرات کے لئے بااختیار اور ذمہ دار شخصیات کا جو فورم تشکیل دیا جارہا ہے اس میں اپوزیشن کا کوئی نمائندہ بھی شامل ہوتا ۔ہماری رائے میں حکومت کو اس باب میں وسیع تر اتفاق رائے کے پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مذاکرات کو قومی اتفاق رائے سے ہی کامیاب بنایا جاسکتا ہے۔

02-01-14 Jang

آپریشن نہیں، مذاکرات؟

وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے قوم کو آگاہ کیا ہے کہ وزیرستان میں کسی قسم کا آپریشن نہیں ہو رہا حکومت کی پہلی ترجیح مذاکرات ہیں اور آئندہ چند دنوں میں اس حوالے سے اچھی خبر ملے گی۔ ریجنل پاسپورٹ آفس راولپنڈی کے دفتر کی افتتاحی تقریب سے خطاب اور صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وفاق فاٹا کے حالات پر خاموش نہیں ہم اپنے طور پر کام کر رہے ہیں لیکن اس کی تشہیر نہیں کر رہے وزیر داخلہ کے اس امید افزا بیان کے ساتھ ہی یہ اطلاع بھی سامنے آئی ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف نے جمعیت علما اسلام کے سربراہ مولانا سمیع الحق کو یہ ٹاسک دے دیا ہے کہ طالبان کے جن گروپوں پر ان کا اثر و رسوخ ہے ان سے رابطے کریں۔ منگل کو مولانا سمیع الحق نے ان سے ملاقات کی جس کے دوران وزیر اعظم نے کہا کہ ہم طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے مایوس نہیں ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام مسائل ان کے ساتھ سنجیدہ مذاکرات کے ذریعے حل کئے جائیں انہوں نے مولانا سمیع الحق کے مطالبے پر شمالی وزیرستان میں آپریشن کے دوران ہونے والے نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی بھی کرائی وزیر اعظم اور وزیر داخلہ نے جو کچھ کہا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں جاری دہشت گردی کے خاتمے اور امن و استحکام کی بحالی کے سلسلے میں سنجیدگی سے کوششیں کی جا رہی ہیں مگر عوام یہ بھی جانتے ہیں کہ ماضی میں اس طرح کی کئی کوششیں ناگہانی حالات کی نذر ہوتی رہی ہیں۔ اب بھی طالبان سے کئے جانے والے مذاکرات کے حوالے سے عوام کے ذہنوں میں کئی طرح کے اندیشے موجود ہیں اور انہیں ابھی تک یقین نہیں کہ بات چیت کے لئے ہونے والی کوششیں مستقبل قریب میں بارآور ہوں گی حکومت اور طالبان کے موقف میں اس وقت بعد المشرقین ہے اس پس منظر میں حکومت کو ایسی حکمت عملی طے کرنا پڑے گی جس کے تحت نہ صرف طالبان مذاکرات کی میز پر آجائیں بلکہ قومی سلامتی اور یکجہتی کے دائرہ میں رہتے ہوئے دہشت گردی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے اس عمل میں مزید تاخیر نہیں ہونی چاہئے جو کچھ کرنا ہے جلد کیا جائے تا کہ قوم بدامنی اور ذہنی خلفشار سے نجات پا سکے۔

02-02-14 Jang

مذاکرات : وقت کا تعین ضروری!

جنگ فورم میں مختلف شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے دانشوروں، قانون دانوں، تجزیہ کاروں اور سیاسی ماہرین نے طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے بعض شبہات اور تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا ہے کہ شدت پسندوں سے بات چیت کو بامقصد بنانے کے لیے باقاعدہ ایجنڈے اور وقت کا تعین ازبس ضروری ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو جس طرح ماضی میں اس نوع کی متعدد کوششیں بے نتیجہ اور بے ثمر ثابت ہوئی ہیں اسی طرح اس سلسلے میں شروع کی جانے والی نئی پہل کاری بھی ناکامی سے دوچار ہوسکتی ہے۔ اصولی طور پر کسی بھی متحارب گروہ سے بات چیت کرکے مسائل کا حل تلاش کرنے سے کوئی بھی ہوش مند اور باشعور انسان انکار نہیں کرسکتا کیونکہ جب بڑی بڑی ہلاکت خیز جنگوں کے بعد بھی متنازع معاملات کا تصفیہ مذاکرات کی میز پر ہی ہوتا ہے تو طالبان سے تمام تصفیہ طلب امور کا حل افہام و تفہیم کے ذریعے تلاش کرنے سے گریز پائی اختیار کرنا دانشمندی کی ذیل میں نہیں آتا لیکن اس راہ میں کئی ایک مشکلات حائل ہیں پہلی مشکل یہ ہے کہ گو طالبان بظاہر ایک منظم گروہ دکھائی دیتے ہیں لیکن عملی طور پر وہ 36 سے لیکر 60 مختلف چھوٹے چھوٹے گروہوں اور تنظیموں میں منقسم ہیں جن میں سے ہر ایک کا اپنا الگ ایجنڈا اور الگ کمانڈر موجود ہے اور کئی صورتوں میں اہداف بھی ایک دوسرے سے خاصی حد تک مختلف ہیں۔ یہ حقیقت کئی مرتبہ سامنے آچکی ہے کہ کسی عبادتگاہ چرچ مسجد یا بازار میں کوئی دھماکہ ہوتا ہے تو طالبان کے ایک بڑے گروپ کی جانب سے اس سے لاتعلقی کا اظہار کردیا جاتا ہے جبکہ دوسرا اس کو قبول کرلیتا ہے اس صورتحال میں یہ واضح ہونا چاہئے کہ کن لیڈروں اور گروپوں سے کئے گئے معاہدے زیادہ موثر ہوں گے اور تمام یا بیشتر گروپ ان کی پابندی کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی مذاکرات کو بامقصد اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے اس کا باضابطہ طور پر ایک ٹائم فریم بھی مقرر کیا جائے کیونکہ کسی بھی قسم کے مذاکرات کو غیر متعین یا لامتناہی عرصہ تک کے لئے جاری نہیں رکھا جاسکتا اس لئے مذاکرات کے لئے ٹائم فریم متعین کرنا ناگزیر ہے۔

02-04-14 Jang

طالبان مذاکرات : تاخیر کسی کے مفاد میں نہیں

حکومت اور طالبان کے درمیان امن مذاکرات کا ابتدائی مرحلہ تو اس وجہ سے قدرے طویل ہوگیا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں بعض اندیشوں اور وسوسوں کا شکار تھے اور انہیں کچھ معاملات پر ایک دوسرے سے وضاحتیں اور یقین دہانیاں درکار تھیں۔ مگر رابطہ کمیٹیوں کا کام مکمل ہوجانے کے بعد براہ راست بات چیت اس تیزی سے آگے نہیں بڑھی جس کی توقع کی جارہی تھی۔ اس سست روی کے باعث ایک طرف طالبان کی جانب سے ایک ماہ کی فائر بندی کی مدت ختم ہوگئی تو دوسری طرف مذاکرات میں تحفظات کے ساتھ شریک ہونے والے بعض کمانڈروں کو شکایات کا دفتر کھولنے کا موقع مل گیا۔ طالبان رہنماؤں کا کہنا ہے کہ جنگ بندی کے دوران ایک ماہ میں انہوں نے ایک بھی گولی نہیں چلائی جبکہ حکومت نے بمباری بند کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ایک ماہ میں ہمارے 50 کارکن گرفتار کرلئے گئے اور 15 کی لاشیں دی گئیں۔ بعض بڑی سیاسی پارٹیاں مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی سازش کررہی ہیں اور سندھ میں آپریشن کا رخ طالبان کی طرف موڑا جارہا ہے۔ شوریٰ کے اجلاس میں طالبان کا یہ موقف اور فائر بندی میں توسیع سے گریز اس عمومی تاثر کے منافی ہے جو وزیراعظم نواز شریف، وزیر داخلہ حکومتی و طالبان مذاکرات کاروں اور خود طالبان ترجمان کے حوصلہ افزا بیانات سے پیدا ہوا تھا۔ وزیراعظم نے دو روز پہلے ہی کہا تھا کہ طالبان سے مذاکرات تیزی سے مثبت سمت میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ وزیراعظم نے یہ بیان یقیناً پس پردہ ہونے والی سرگرمیوں اور ان کوششوں کی بنیاد پر دیا ہوگا جو اس سلسلے میں شمالی وزیرستان پشاور اور اسلام آباد میں ہورہی ہیں۔ اسکی تصدیق طالبان کے نمائندوں مولانا سمیع الحق اور پروفیسر ابراہیم کے بیانات سے بھی ہوتی ہے جن میں اس توقع کا اظہار کیا جارہا ہے کہ جنگ بندی میں غیر معینہ مدت تک توسیع میں کوئی امر مانع نہیں۔ طالبان ترجمان نے بھی مذاکراتی عمل میں کسی پیچیدگی کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ سب کچھ فریقین کے درمیان افہام وتفہیم سے ہورہا ہے۔ اسی بنا پر قوم وزیراعظم کی جانب سے امن کی خوشخبری سننے کی منتظر تھی۔ مگر طالبان شوریٰ نے یہ کہہ کر کہ حکومت نے اسکے مطالبات کے حوالے سے کچھ نہیں کیا۔ اسلئے جنگ بندی جاری رکھنا مشکل ہوگیا ہے، معاملے کو ایک بار پھر الجھا دیا ہے۔ مذاکرات کے حوالے سے اب تک جو حقائق سامنے آئے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نے ان کی کامیابی کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ دہشت گردوں کے مشتبہ ٹھکانوں پر بمباری روکنا بھی اس کی نیک نیتی کا ثبوت ہے۔ جہاں تک طالبان کے مطالبات کا تعلق ہے تو ابھی ان کے قابل قبول ہونے پر بات چیت مکمل ہی نہیں ہوئی اسلئے ان پر عملدرآمد نہ ہونے کا اعتراض ناقابل فہم ہے۔ طالبان یہ بھی کہتے ہیں کہ سیز فائر کے دوران انہوں نے ایک گولی بھی نہیں چلائی۔ اس دعوے کو پشاور اسلام آباد اور دوسرے مقامات پر ہونیوالے خودکش حملوں اور دھماکوں کے پس منظر میں پرکھا جائے تو ان کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ لیکن جب مذاکرات جاری ہوں اور انکے نتیجہ خیز ہونے کی پوری امید ہو تو اس طرح کی بدگمانیوں سے حتی المقدور بچنا چاہئے اور انہیں مذاکرات کی میز تک محدود رکھنا چاہئے جو تمام شکوے اور شکایات بیان اور رفع کرنے کی اصل جگہ ہے۔ حکومت اور طالبان کے مذاکرات کو ساری دنیا نے سراہا ہے کیونکہ اس سے ملک میں امن واستحکام اور ترقی وخوشحالی کی راہ کھلے گی۔ اس سمت میں فریقین کو نیک نیتی کے جذبے اور کھلے دل سے اپنا اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہئے۔ مذاکراتی عمل میں غیر ضروری تاخیر کسی کے بھی مفاد میں نہیں۔ ممکن ہو تو مذاکرات روزمرہ بنیادوں پر ہونے چاہئیں اور انہیں جلد کسی نتیجے تک پہنچانا چاہئے۔ تاخیر اور سست روی سے غلط فہمیاں اور بدگمانیاں جنم لیتی رہیں گی۔ جو مذاکرات کی روح کے منافی ہیں۔ فریقین کو مثبت نتائج کیلئے بات چیت کو جلد پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہئے۔ اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ بعض اندرونی اور بیرونی قوتیں اپنے منفی مقاصد کی خاطر حکومت طالبان مذاکرات کو ناکام بنانے کیلئے کچھ بھی کرسکتی ہیں۔ فریقین کو ان کے عزائم سے خبردار رہنا چاہئے۔

02-10-13 Jang

علمائے کرام کا بروقت اقدام

وفاق المدارس کے ممتاز علمائے کرام اور مشائخ عظام کی جانب سے حکومت اور طالبان سے جنگ بندی کی اپیل اس حقیقت کی مظہر ہے کہ مذہبی رہنمائی فراہم کرنے والے حلقے شورش اور افراتفری کی موجودہ کیفیت کے جلد خاتمے کے خواہاں ہیں اور کل جماعتی کانفرنس کے فیصلوں اور طالبان سے بات چیت کیلئے حکومتی کوششوں کے حوالے سے اپنا مثبت کردار ادا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ جبکہ مذکورہ اپیل کے ردعمل میں طالبان شوریٰ کا فوری طور پر اجلاس بلایا جانا امید افزا ہے۔ علمائے کرام کی طرف سے اس اقدام کی ضرورت بہت عرصے سے محسوس کی جارہی تھی۔ اور اب بھی انہیں محض اس اپیل تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ حکومت اور طالبان کے درمیان اختلافات کے خاتمے کیلئے اپنے کردار کو وسعت دینی چاہئے۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ اگرچہ پاکستان کے آئین کی تیاری میں ملک کے تمام مذہبی مکاتب فکر شریک رہے، سب نے اسے متفقہ طور پر منظور کیا اور تمام مسالک کی سیاسی جماعتیں انتخابی عمل میں شرکت کرکے پارلیمنٹ میں پہنچتی ہیں، اسکے باوجود طالبان کے بعض گروپ پاکستان کے آئین، پارلیمنٹ، عدلیہ اور پورے جمہوری نظام کو بڑی شدت کیساتھ غیر اسلامی قرار دیتے ہیں۔ علمائے کرام کو طالبان کی قیادت پر یہ تاریخی حقیقت واضح کرنی چاہئے کہ پاکستان کا آئین ملک کے تمام دینی مکاتب فکر کے اعتماد کے حامل نمائندہ اور مستند علمائے کرام کی منظوری سے تیار کی جانیوالی قرارداد مقاصد اور دستور سازی کیلئے تمام دینی مسالک کے جید علماء کی جانب سے 1951ء میں مرتب کئے جانیوالے بائیس رہنما اصولوں کے مطابق تشکیل دیا گیا ہے۔ پاکستان کے آئین کی رو سے اس ملک کے اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور عوام کے منتخب نمائندے قرآن وسنت کے منافی کسی قانون سازی کا اختیار نہیں رکھتے۔ لہٰذا آئین پاکستان پر پوری طرح عمل ہو تو پاکستان محض نظری نہیں بلکہ عملی طور پر بھی مکمل اسلامی ریاست بن سکتا ہے۔ اسلئے طالبان کو آئین پاکستان کی مخالفت چھوڑ کر رائے عامہ کی طاقت سے اسے مکمل طور پر نافذ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ علمائے کرام طالبان کو یہ حقیقت باور کرا سکیں تو اختلافات کی شدت میں نمایاں کمی آسکتی اور مستقل امن کی راہ ہموار ہوسکتی ہے۔

02-10-13 Jang

دہشت گردی: خفیہ ہاتھ بے نقاب کریں

وزیراعظم نواز شریف نے کہا ہے کہ بعض بیرونی طاقتیں دہشت گردی میں ملوث ہیں اس سے پیشتر بھی متعدد ذمہ داران حکومت کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ حکومت اور طالبان کے درمیان امکانی مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لئے کچھ بیرونی طاقتیں پاکستان میں مسلسل جنگ کی آگ بھڑکانے میں مصروف ہیں تاکہ اس طریقے سے وطن عزیز کو کمزور کرکے وہ اپنے مخصوص علاقائی و عالمی مفادات کو پورا کرسکیں اس ضمن میں بعض ہمسایہ ممالک کی طرف بھی اشارے کئے گئے ہیں لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ پس پردہ ہاتھوں کے بارے میں کہی گئی باتیں اشاروں تک محدود ہیں۔ اس باب میں کھل کر نام لینے یا پاکستان دشمن سرگرمیوں میں ملوث خفیہ ہاتھوں کے بارے میں اقوام متحدہ اور بین الاقوامی فورموں میں شواہد پیش کرنے، سفارتی چینلوں کو متحرک کرنے اور خود اپنے عوام کو تفصیلات سے آگاہ کرنے سے اجتناب کی پالیسی ناقابل فہم ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ مذکورہ نوعیت کی منصوبہ بندی کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ خفیہ ہاتھوں کو ضروری شواہد کے ساتھ بے نقاب کیا جائے اور متحرک و فعال سفارت کاری کے ذریعے عالمی رائے عامہ کو حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ جہاں تک بیرونی قوتوں یا ہمسایہ ممالک کی جانب سے پاکستان میں کسی بھی قسم کا گھناؤنا کھیل کھیلنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کسی بھی امکان کو رد کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ کھیل کھیلا بھی جاتا رہا ہے اور اب بھی سیاسی ناآسودگی، معاشی ناہمواری اور یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتوں کی کمزور اقتصادی پالیسیوں اور امن عامہ کی غیر یقینی صورتحال کے باعث ان قوتوں کیلئے کھل کر کھیلنے کے امکانات موجود ہیں لیکن جب تک اس بارے میں عوام کے سامنے ٹھوس حقائق نہ رکھے جائیں اس وقت تک وہ اس سازشی تھیوری پر یقین کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے اس لئے ہماری ارباب اختیار سے گزارش ہے کہ وہ محض الزامات نہ لگائیں عوام کو اصل صورتحال سے آگاہ کرنے کیلئے ان کے سامنے ٹھوس ثبوت بھی رکھیں۔

02-11-13 Jang

شرطِ اوّل : امن کا قیام

سالہا سال کی دہشت گردی، قتل و غارت اور خونریزی کے خاتمے کے لئے مہینوں کی پس پردہ کوششیں بالآخر رنگ لائی ہیں اور حکومت اور طالبان کے درمیان امن مذاکرات کا آغاز ہوگیا ہے یہ نوید خود وزیراعظم میاں نواز شریف نے لندن میں برطانوی نائب وزیراعظم سے ملاقات کے دوران سنائی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ مذاکرات آئین کے اندر رہ کر ہی ہوں گے ادھر اسلام آباد میں وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے ایک اجلاس میں آل پارٹیز کانفرنس کے شرکاء کو بریفنگ دیتے ہوئے کہا کہ طالبان کے ساتھ مذاکراتی عمل کو تمام اسٹیک ہولڈرز کے تعاون سے آگے بڑھایا جارہا ہے اور اس معاملے میں فوج بھی حکومت کے ساتھ ہے۔ طالبان سے مذاکرات کا آغاز ملک میں جاری دہشت گردی کے خاتمے کے حوالے سے ایک خوش آئند پیش رفت ہے کیونکہ کوئی بھی ہوش مند شخص بے گناہ لوگوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں کو قتل ہوتے دیکھ سکتا ہے نہ عبادت گاہوں اور دفاعی تنصیبات پر حملے برداشت کرسکتا ہے لیکن یہ معاملہ اتنا آسان بھی نہیں پہلے تو وزیر داخلہ کے بقول طالبان کے 37 گروپ ہیں جبکہ غیر سیاسی طور پر ان کی تعداد 57 بتائی جاتی ہے حکومت کا کہنا ہے کہ اس کے طالبان کے تمام گروپوں کے ساتھ رابطے ہیں لیکن ماضی قریب میں دہشت گردی کے ایسے واقعات بھی رونما ہوئے جن کی ذمہ داری تحریک طالبان پاکستان نے قبول نہیں کی اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ عناصر ایسے بھی موجود ہیں جو مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لئے سرگرم ہیں کئی مواقع پر ایسا لگا کہ بات چیت اب شروع ہونے ہی والی ہے مگر پاک فوج کے ایک میجر جنرل کی شہادت قصہ خوانی بازار میں خودکش دھماکوں اور ایک چرچ پر حملے جیسے واقعات کے باعث بات بنتے بنتے پھر بگڑ گئی اب جبکہ حکومت اور طالبان میں رابطوں کی اعلیٰ ترین سطح سے تصدیق ہوگئی ہے تو معاملات کو آگے بڑھانے کے لئے نہایت احتیاط کی ضرورت ہے اچھی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ پر حکومت اپوزیشن اور اسٹیبلشمنٹ کی سوچ ایک ہے۔ بیرونی دنیا بھی مذاکرات کی کامیابی میں دلچسپی لے رہی ہے طالبان حد سے زیادہ حساس ہیں لیکن مذاکراتی عمل پر آمادگی کے اظہار اور بار بار حکومتی عدم دلچسپی کی شکایات سے واضح ہے کہ کسی نہ کسی درجے میں طالبان بھی نتیجہ خیزی کی خواہش رکھتے ہیں۔ ان کی کوشش اب یہ ہونی چاہئے کہ اپنی صفوں پر نظر رکھیں تاکہ کوئی گمراہ گروہ کسی تخریبی عمل کے ذریعے بات چیت میں رکاوٹ نہ کھڑی کردے امن مذاکرات کے لئے سب سے بڑا خطرہ ڈرون حملے ہیں۔ طالبان اگر بات چیت پر آمادہ ہوئے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ شاید یہ ہے کہ انہیں ڈرون حملوں سے تحفظ کا یقین دلایا گیا ہے امریکہ کو اب ایسا کوئی اقدام نہیں کرنا چاہئے جس سے طالبان پھر مشتعل ہوجائیں اس خطے کے امن کا دارومدار پاکستان اور طالبان کی بات چیت کی کامیابی پر ہے اس لئے امریکہ مذاکرات کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے سہولتیں فراہم کرے نہ کہ رکاوٹ ڈالے طالبان سے بات چیت ابھی ابتدائی مراحل میں ہے اس لئے پس پردہ کیا ہورہا ہے اس بارے میں مصدقہ اطلاعات سامنے نہیں آئیں فریقین بات چیت کا ایجنڈا تیار کررہے ہیں جب میز پر باقاعدہ آمنے سامنے بیٹھیں گے تو دونوں کی شرائط سامنے آئیں گی حکومت کی طرف سے وزیراعظم نے صاف کہہ دیا ہے کہ گفت وشنید آئین کے اندر ہی ہوگی غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق طالبان کی ایک خواہش یہ ہے کہ انہیں تعذیب وتادیب سے گزارنے کی بجائے قانون نافذ کرنے والے ملکی اداروں میں کھپا دیا جائے کچھ دوسرے مطالبات بھی ہوں گے جن پر آئین و قانون اور قومی سلامتی کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر ضرور غور کرنا چاہئے حکومت کی طرف سے طالبان کیلئے اولین شرط یہی ہونی چاہئے کہ دہشت گردی کی کارروائیاں بند ہوں اور امن وامان قائم ہو تاکہ ملک میں معاشی بحالی اور تعمیر و ترقی کیلئے ماحول کو سازگار بنایا جاسکے حکومت نے مذاکراتی عمل کے آغاز پر سیاستدانوں کو اعتماد میں لے کر اچھی مثال قائم کی ہے مذاکرات کے دوران بھی یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے تاکہ مسئلے کا حتمی حل پوری قوم کی خواہشات کے مطابق ہو۔

03-02-14 Jang

کمیٹی کنفیوژن!

کالعدم تحریک طالبان نے حکومت کے ساتھ بات چیت کے لئے 5 رکنی مذاکراتی ٹیم میں اعلان کیا ہے جس میں تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان، جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ مولانا سمیع الحق، جماعت اسلامی کے رہنما پروفیسر ابراہیم، جمعیت علماء اسلام (ف) کے مفتی کفایت اللہ اور لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز شامل ہیں جو طالبان کی جانب سے حکومتی کمیٹی سے مذاکرات کریں گے۔ حکومتی مذاکراتی کمیٹی کے ایک رکن میجر عامر نے طالبان کی مذاکراتی ٹیم کا خیر مقدم کیا ہے اور کہا ہے کہ اس تک رسائی آسان ہوگی اور مذاکرات میں پیش رفت ہو سکے گی جبکہ جماعت اسلامی کے رہنما پروفیسر ابراہیم کا کہنا ہے کہ طالبان نے فون پر ٹیم میں شامل ہونے کی اجازت لی ہے اور جماعت اسلامی انہیں ٹیم میں شامل ہونے کی اجازت دے دی ہے۔ تحریک طالبان پاکستان کی جانب سے جس پانچ رکنی ٹیم کا اعلان کیا گیا ہے اس میں تحریک طالبان کا اپنا کوئی نمائندہ شامل نہیں جبکہ تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے ٹیم میں شامل ہونے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا ہے کہ طالبان اپنے نمائندہ نامزد کریں جبکہ مولانا سمیع الحق کا کہنا ہے کہ صورتحال واضح ہونے پر فیصلہ کرونگا اور مولانا عبدالعزیز نے کہا ہے کہ شریعت کے نفاذ کا مطالبہ ماننے تک امن عمل کا حصہ نہیں بنوں گا۔ اس طرح طالبان کی جانب سے نامزد کردہ مذاکراتی ٹیم کنفوژن کا شکار ہوگئی ہے۔ ایک اہم رکن عمران خان نے اسے اون کرنے سے انکار کر دیا جبکہ پروفیسر ابراہیم کے علاوہ باقی ارکان کی جانب سے تحفظات کا اظہار کیا گیا ہے سوال یہ ہے کہ طالبان کی ٹیم حکومتی مذاکراتی ٹیم تحریک طالبان سے ہدایات فون پر حاصل کرے گی یا تحریک طالبان کی قیادت سے ملاقات کے لئے وزیرستان جائے گی۔ اس حوالے سے کنفوژن پیدا ہونا کسی صورت مناسب نہیں ہے اس لئے دونوں فریق حکومت اور طالبان کو انتہائی سنجیدگی سے معاملات کو آگے بڑھانا چاہئے تاکہ ملک میں مستقل طور پر امن کی راہ بحال ہو سکے اور دہشت گردی کا خاتمہ ہو سکے۔

SMS رائے: #JEC (space) پیغام لکھ کر 8001 پر بھیجیں

03-03-14 Jang

جنگ بندی سے مستقل امن تک

قیام امن کے گزشتہ ماہ شروع ہونے والے مذاکراتی عمل میں کالعدم تحریک طالبان کی جانب سے دہشت گردی کی کارروائیاں جاری رہنے کی وجہ سے جو صورت حال رونما ہوئی اس میں قومی سطح پر یہ بات محسوس کی گئی کہ حکومت کے پاس شمالی وزیرستان میں محدود فوجی آپریشن کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں بچا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مذاکرات کے پرجوش حامیوں کی رائے میں بھی تبدیلی دیکھی گئی۔ اس کی ایک نمایاں مثال تحریک انصاف کی قیادت ہے جس نے ان حالات میں فوجی کارروائی کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ درپیش صورت حال میں حکومت نے اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کرتے ہوئے مذاکرات کا راستہ کھلے رکھنے کے ساتھ ساتھ اعلان کیا کہ ملک کے شہری علاقوں میں ہونے والی دہشت گردی کا جواب شمالی قبائلی علاقوں میں فوجی کارروائی کی صورت میں دیا جائے گا کیونکہ دہشت گردی کی کارروائیوں کے فیصلے وہیں ہوتے ہیں اور وہیں سے ان کے لئے ہدایات جاری کی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بات چیت کی راہ ہموار کرنے کی کوششیں بھی جاری رکھی گئیں۔ یہ حکمت عملی بظاہر نتیجہ خیز ثابت ہوئی ہے جس کا اظہار گزشتہ روز تحریک طالبان پاکستان کی جانب سے ایک ماہ کے لئے غیر مشروط اور یک طرفہ جنگ بندی کے اعلان کی شکل میں ہوا ہے۔ طالبان کے ترجمان نے نامعلوم مقام سے جاری کیے گئے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ طالبان ملک میں قیام امن کے لئے مذاکراتی عمل میں سنجیدہ ہیں، اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ملک بھر میں آئندہ ایک ماہ کے لئے غیر مشروط جنگ بندی کا اعلان کر رہے ہیں۔ ترجمان کے مطابق یہ فیصلہ شوریٰ کے اتفاق اور امیر تحریک کی تائید سے عمل میں آیا ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ اس جنگ بندی کا اطلاق تحریک طالبان پاکستان اور اس کی تمام ذیلی تنظیموں پر ہوگا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ حکومت جنگ بندی کے بعد مذاکراتی عمل کو سیاست سے دور رکھ کر امن کی جانب پیش رفت کرے گی۔ اطلاعات کے مطابق تحریک طالبان کے اس فیصلے میں وزیراعظم اور وزیر داخلہ کی پس پردہ کاوشوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ بلاشبہ ملک کو ایک طویل اور تباہ کن بحران سے بچانے کے لئے آپریشن کے بجائے مذاکرات کے ذریعے قیام امن کی کوششوں کا آخری حد تک جاری رکھا جانا حکمت کا عین تقاضا ہے۔ تاہم ماضی میں بات چیت کے ذریعے امن معاہدے طے پا جانے کے باوجود معاملات جس طرح دوبارہ تصادم تک پہنچتے رہے ہیں، ان کے پیش نظر اب بہت احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے تاکہ یہ وقتی جنگ بندی مستقل امن کی شکل میں بدل سکے۔ یہ حقیقت دونوں فریقوں کو پوری طرح ملحوظ رکھنی چاہئے کہ جو طاقتیں خطے کو اپنے مفادات کا اکھاڑہ بنائے رکھنے کے لئے کوشاں ہیں اور جن کے نزدیک اس مقصد کے لئے پاکستان کو بدامنی اور عدم استحکام سے دوچار رکھنا ضروری ہے، وہ قیام امن کی جانب پیش رفت کو متاثر کرنے کے لئے ماضی کی طرح اب بھی منفی اقدامات کر سکتی ہیں۔ دونوں فریقوں کو طے کر لینا چاہئے کہ ایسے کسی اقدام کو امن عمل میں رکاوٹ نہیں بننے دیا جائے گا۔ نیز کسی بھی جانب سے ناقابل عمل مطالبات نہیں کیے جانے چاہئیں۔ امن بات چیت کو مثبت طور پر آگے بڑھانے کے لئے طالبان کی جانب سے پاکستان کے آئین کو پوری طرح تسلیم کرنے کا اعلان بھی ضروری ہے۔ یہ پوری قوم کا متفقہ آئین ہے اور تمام مسالک اور مکاتب فکر کے نمائندہ مستند اور محترم علمائے کرام کے متعین کردہ اصولوں کے مطابق تشکیل دیا گیا ہے۔ آج بھی پاکستان کی پوری دینی قیادت اس آئین کے شریعت کے مطابق ہونے پر متفق ہے۔ تمام مسالک کی سیاسی جماعتیں پارلیمنٹ میں موجود ہیں۔ طالبان بھی بندوق کے زور پر شریعت نافذ کرنے کی جدوجہد کے بجائے دعوت و تبلیغ کا راستہ اور جمہوری ذرائع اختیار کر کے معاشرے میں اسلامی اقدار کے فروغ میں نتیجہ خیز کردار ادا کر سکتے اور آئین کی اسلامی دفعات کے موثر نفاذ کی راہ ہموار کر سکتے ہیں۔ حکومت کی جانب سے بھی علمائے کرام کے تعاون سے طالبان اور ان کے ہم خیالوں کو اس راستے کو اختیار کرنے پر آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے تاکہ وقتی جنگ بندیوں کے بجائے ملک میں مستقل امن کے قیام کا ہدف حاصل ہو سکے۔

03-09-13 Jang

قومی سلامتی کی حکمت عملی بنائیں

ایسے وقت، کہ جب حکومت پاکستان اور تحریک طالبان کے درمیان صلح صفائی اور مذاکرات کی باتیں ہو رہی ہیں شمالی وزیرستان میں امریکی ڈرون حملے اور اس کے اگلے ہی روز اسی علاقے میں فرنٹیئر کور کے سکیورٹی قافلے پر ریموٹ کنٹرول بم حملے سے قیام امن کے سلسلے میں ہونے والی کوششوں کو شدید دھچکا پہنچا ہے۔ قافلہ دتہ خیل سے میران شاہ جا رہا تھا کہ بویا کے مقام پر دہشت گردوں کا نصب کیا ہوا بم زوردار دھماکے سے پھٹ گیا جس سے سکیورٹی فورسز کے 9 اہلکار شہید اور 21 زخمی ہو گئے گزشتہ چند ہفتوں سے فاٹا میں ڈرون حملے رکے ہوئے تھے اور دہشت گردی کے واقعات بھی کم ہو گئے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ حکومت اور طالبان کے درمیان امن مذاکرات کے لئے ماحول سازگار ہو رہا ہے مگر شمالی وزیرستان میں اچانک ڈرون حملے نے سب کچھ تلپٹ کر کے رکھ دیا اس علاقے میں سرگرم عمل تنظیم انصار المجاہدین نے حملے کی ذمہ داری قبول کی ہے اور اس کے ترجمان نے کہا ہے کہ یہ گزشتہ روز ہونے والے امریکی ڈرون حملے کا جواب ہے امریکہ جب بھی ڈرون حملہ کرے گا اس کا بدلہ لینے کے لئے نہ صرف شمالی وزیرستان میں جوابی کارروائی ہو گی بلکہ اس کا دائرہ ملک کے دیگر حصوں تک بڑھایا جائے گا یہی بات پاکستان امریکہ کو سمجھانے کی ایک مدت سے کوشش کر رہا ہے امریکی انتظامیہ کو بار بار بتایا گیا کہ ایک تو ڈرون حملوں میں دہشت گرد کم اور بے گناہ شہری زیادہ شہید ہو رہے ہیں دوسرے اس سے دہشت گردی کی کارروائیاں کم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہیں اور دہشت گرد اب ملک کے پرامن اور گنجان آباد شہروں کو بھی نشانہ بنانے لگے ہیں دہشت گردی کی تازہ کارروائی سے قبل پاکستانی طالبان کے ایک ترجمان نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم جب بھی حکومت پاکستان سے مذاکرات کریں گے طاقت کی پوزیشن سے کریں گے لگتا ہے کہ شمالی وزیرستان میں ہونے والا حملہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ ہے اگر ڈرون حملے اور ان کے نتیجے میں دہشت گردی کے واقعات جاری رہتے ہیں تو امن مذاکرات کیسے شروع ہوں گے اور ان کا نتیجہ کیا ہو گا اس کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں۔ انصار المجاہدین کے ترجمان نے الزام لگایا ہے کہ امریکی ڈرون حملے اسٹیبلشمنٹ کے ایما پر ہو رہے ہیں اگر اسٹیبلشمنٹ نہ چاہے تو حملے نہیں ہو سکتے یہ موقف حقائق پر مبنی نہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ پاکستان نے روز اول ہی سے ڈرون حملوں کی مخالفت کی اور بار بار انہیں روکنے کا مطالبہ کیا پارلیمنٹ نے بھی ایک مشترکہ قرارداد میں ان حملوں کو پاکستان کی خود مختاری اور سلامتی کے منافی قرار دے کر انہیں بند کرنے پر زور دیا ہے خود اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے حالیہ دورہ پاکستان کے دوران امریکی ڈرون حملوں کو بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی قرار دیا ہے برطانوی وزیراعظم بھی ان حملوں کی مخالفت اور مذمت کر چکے ہیں مگر مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ جب سے دنیا کی واحد سپر پاور بنا ہے وہ کسی بین الاقوامی قانون اور ضابطے کو درخور اعتنا نہیں سمجھتا ایک عالم اسے شام پر حملے سے روکنے کی کوشش کر رہا ہے مگر وہ کسی کی سننے کے لئے تیار نہیں امریکی صدر کہہ رہے ہیں کہ حملے کے لئے سلامتی کونسل سے منظوری کی کوئی ضرورت نہیں اور وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ امریکی کانگریس بھی روکے تو حملے کا فیصلہ واپس نہیں لیا جائے گا ایسے میں ڈرون حملے روکنے کے لئے پاکستان کے مطالبے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے طالبان اور ان کی ذیلی تنظیموں کو یہ بات سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ڈرون حملوں میں پاکستان کی سیکورٹی فورسز اور عام لوگوں کا کوئی کردار نہیں، انہیں جوابی کارروائی کا نشانہ بنانے کا کوئی منطقی جواز نہیں۔ یہ بات بھی ناقابل فہم ہے کہ ایک طرف امریکہ خود طالبان سے مذاکرات کے لئے ڈول ڈال رہا ہے اور افغان صدر حامد کرزئی اس سلسلے میں پاکستان سے مدد کی درخواست کر رہے ہیں تو دوسری طرف ڈرون حملوں کے ذریعے پاکستانی طالبان کو اشتعال دلا کر حکومت پاکستان سے ان کے مذاکرات کو سبوتاژ کیا جا رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کی سلامتی اور امن کو یقینی بنانے اور سیکورٹی کو درپیش بدترین خطرات سے نمٹنے کے لئے قومی اتفاق رائے کے ذریعے فی الفور جامع حکمت عملی مرتب کی جائے۔

03-11-13 Jang

مذاکرات کا مستقبل؟

پاکستان میں قیام امن کے لئے حکومت اور تحریک طالبان کے درمیان باضابطہ مذاکرات کے آغاز سے عین پیشتر امریکا کی جانب سے ڈرون حملے کے ذریعے تحریک طالبان کے سربراہ حکیم اللہ محسود اور ان کے پانچ ساتھیوں کے نشانہ بنائے جانے کو، جن میں بعض اطلاعات کے مطابق حکیم اللہ محسود کے نائب عبداللہ بھی شامل تھے، وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے مذاکراتی عمل کو سبوتاژ کرنے کی کارروائی قرار دیا ہے۔ ان کا یہ موقف واقعاتی حقائق کے عین مطابق نظر آتا ہے۔ مئی کے آخری دنوں میں بھی مذاکرات کے لئے سازگار ہوتی فضا تحریک طالبان کے نائب امیر ولی الرحمن کے نشانہ بننے کے باعث بگڑ گئی تھی۔ پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں سوات امن معاہدے پر بھی واشنگٹن کی ناخوشی سامنے آئی تھی اور اس وقت بھی امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے اسے ختم کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ مولانا صوفی محمد اور قاضی فضل اللہ نے اس معاہدے کے بعد پاکستان کے آئین، پارلیمنٹ، عدلیہ اور جمہوریت سب کو غیر اسلامی اور کافرانہ قرار دے کر اور بزور طاقت اُس نظام کو پاکستان میں نافذ کرنے کے عزائم کا اظہار کر کے جو ان کے نزدیک درست اسلامی نظام ہے، خود ہی اس معاہدے کے خاتمے اور سوات میں فوجی کارروائی کی راہ ہموار کر دی۔ تاہم اب طالبان سے مذاکرات پوری سیاسی اور عسکری قیادت کے اتفاق رائے سے شروع ہونے والے تھے۔ ستمبر میں کل جماعتی کانفرنس نے متفقہ طور پر ان مذاکرات کے حق میں رائے دی تھی۔ اس کے بعد وزیر اعظم کے حالیہ دورۂ امریکا کے موقع پر امریکی وزارت خارجہ نے واضح طور پر ان مذاکرات کی حمایت کی تھی جس کی بناء پر توقع کی جا رہی تھی کہ فی الوقت امریکا کی جانب سے ڈرون حملوں کا سلسلہ بند رکھا جائے گا لیکن ایسے وقت جب باضابطہ بات چیت کے آغاز میں شاید چند گھنٹے باقی تھے،، تحریک طالبان پاکستان کی قیادت ہی کو صاف کر دینے کے کسی امکان کے بارے میں شاید کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بہرکیف درپیش صورتحال میں پاکستان کو یہ طے کرنا ہے کہ اس کا آئندہ لائحہ عمل کیا ہوگا۔ یہ فیصلہ محض جوش جذبات کے بل پر نہیں کیا جا سکتا، اس کے لئے حکمت، تدبر اور فراست سے کام لینا ضروری ہے۔ بلاشبہ ڈرون حملوں کے جاری رکھے جانے پر پاکستان نیٹو سپلائی روک کر امریکا کے لئے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اس بات کا بھی ٹھنڈے دل و دماغ سے جائزہ لینا ضروری ہے کہ اس کی کیا قیمت ادا کرنا ہوگی اور آج ہم مختلف حوالوں سے جن شدید مشکلات کا شکار ہیں، ان میں ہم اس پالیسی کے نتیجے میں جنم لینے والی نئی مشکلات کا مقابلہ کس طرح کریں گے۔ حکومت کو تمام امکانات اور خدشات کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے سرے سے اپنی حکمت عملی ترتیب دینا ہوگی۔

اس وقت بعض مبصرین امریکی ڈرون حملے کے ردعمل میں طالبان کی طرف فوری طور پر ایسی کارروائیوں کے خدشات محسوس کر رہے ہیں جن سے پاکستان کے مختلف حصوں، خصوصاً خیبر پختونخوا میں جانی و مالی نقصانات ہو سکتے ہیں۔ بعض حلقے مستقبل قریب میں مذاکرات کا امکان بہت کم دیکھتے ہیں۔ مگر کچھ اور حلقوں کا خیال ہے کہ طالبان کو پہنچنے والے اس بڑے نقصان کے باوجود مذاکرات کی راہ نکل سکتی ہے کیونکہ مذاکرات کے لئے فی الحقیقت دونوں طرف آمادگی پائی جاتی ہے۔ طالبان پر بھی یہ حقیقت واضح ہے کہ ڈرون حملوں کے خلاف پاکستان کی موجودہ حکومت ہر سطح پر پوری قوت سے آواز بلند کر رہی ہے لیکن امریکا کو اس پر مجبور کر دینا بہرحال اس کے لئے ممکن نہیں۔ تحریک طالبان کے نئے سربراہ کے لیے معتبر ذرائع کے مطابق کئی نام زیر غور ہیں، ان میں سے جس کا بھی انتخاب ہو بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذاکرات کے لئے فضا کو سازگار بنانے کے لئے دونوں جانب سے کوششیں جاری رکھی جائیں لیکن جو کچھ طالبان پر بیتی ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس حوالے سے ان کا ردعمل کیا ہوگا۔ حکومت پاکستان کو ہر صورتحال مدنظر رکھتے ہوئے اپنی حکمت عملی بنانا ہوگی اس باب میں بالکل تاخیر نہیں کی جانی چاہئے۔

04-02-14 Jang

طالبان حکومت مذاکرات کا مستقبل

ایسے وقت، کہ پوری قوم کی نگاہیں حکومت اور طالبان کے درمیان مجوزہ مذاکرات پر مرکوز ہیں اس سلسلے میں اب تک پیش رفت سے پتہ چلتا ہے کہ فریقین مذاکرات کی کامیابی میں اپنا حصہ ڈالنے کے لئے نیک نیت تو ہیں لیکن حد درجہ محتاط بھی ہیں اس لئے مذاکراتی عمل بے شمار ابہامات اور سست رفتاری کا شکار ہے طالبان کی جانب سے مذاکرات پر آمادگی کا اشارہ ملنے پر حکومت نے ان سے رابطے کے لئے ایک ایسی کمیٹی بنادی جس کے ارکان غیر سیاسی اور طالبان کے لئے قابل قبول ہیں اس کے جواب میں طالبان نے اپنی صفوں سے باہر کے علماء اور سیاست دانوں پر مشتمل ایک سیاسی کمیٹی قائم کردی جس کا کام حکومتی کمیٹی سے مل کر مذاکرات میں زیر بحث آنے والے امور کی حدود و قیود طے کرنا ہے اس کمیٹی کے بعض ارکان ابھی اس تذبذب کا شکار ہیں کہ وہ کمیٹی میں شامل ہوں یا نہ ہوں اسی دوران طالبان شوریٰ نے اپنے رہنماؤں پر مشتمل ایک دس رکنی وسیع البنیاد کمیٹی قائم کردی ہے جو حکومتی اور طالبان کمیٹی کے مابین مجوزہ مذاکرات کی نگرانی کرے گی حکومت نے بھی اپنی کمیٹی کا دائرہ کار متعین کر رکھا ہے یہ کمیٹی طالبان سے انکی شرائط و مطالبات جاننے اور انہیں حکومت تک پہنچانے کی کوشش کرے گی طالبان کی سیاسی کمیٹی کا مینڈیٹ ابھی واضح نہیں ہے تاہم بعض اطلاعات ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ کار ایک طرف مذاکرات کے لئے طالبان کی شرائط معلوم کرنا انہیں حکومتی کمیٹی تک پہنچانا اور پھر حکومت اور طالبان کے درمیان اتفاق رائے کی بنیادیں تلاش کرنا ہے اگر ایسا ہے تو یہ ایک طویل عمل ہوگا جس کے مکمل ہونے میں کافی وقت لگ سکتا ہے اور اس دوران فریقین میں سے کسی کی معمولی سی بھی غلطی یا لغزش باہمی اعتماد کے ماحول کو خراب کرسکتی ہے جو ایک المیہ ہوگا اس ضمن میں اتوار کو پشاور کے ایک سینما گھر میں ہونے والے دھماکوں کا حوالہ کافی ہے۔ طالبان نے اس واقعے سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے مگر اس حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے کہ ملک میں امن و استحکام کی مخالف قوتیں حکومت طالبان مذاکرات سے خوش نہیں وہ انہیں سبوتاژ کرنے کے لئے اپنے تنخواہ دار ایجنٹوں کے ذریعے کچھ بھی کرسکتی ہیں پھر امریکہ نے بھی ڈرون حملے نہ کرنے کی کوئی ضمانت نہیں دی اس لئے اس طرح کا کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ مذاکرات میں رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے اس پس منظر میں مذاکراتی عمل کو زیادہ طول نہیں دینا چاہئے اب تک جو کمیٹیاں قائم ہوئی ہیں ان کا دائرہ کار واضح ہونا چاہئے اور انہیں آپس میں مل بیٹھنے کی محفوظ سہولت دی جانی چاہئے ان کے کردار کی نوعیت کا باضابطہ تعین ہونا چاہئے اس دوران فریقین کو ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی سے گریز کرنا چاہئے اور دونوں طرف سے عملی کارروائیاں روک دینی چاہئیں جتنا جلد ممکن ہو حکومت اور طالبان قیادت کے درمیان براہ راست اور نتیجہ خیز مذاکرات کو ممکن بنانا چاہئے تاکہ قتل و غارت بند ہو طالبان نے اپنی صفوں سے باہر کی نامور شخصیات پر مشتمل مذاکراتی ٹیم مقرر کرکے ملکی آئین کو تسلیم کرلیا ہے۔ شریعت کے نفاذ سمیت ان کے دوسرے مطالبات بھی آئینی تقاضوں کے مطابق اور باہمی افہام و تفہیم حل کئے جاسکتے ہیں۔ یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ قبائلی عوام طویل عرصے سے چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہے ہیں۔ وہ اپنے جان و مال کا تحفظ چاہتے ہیں جسے یقینی بنانے کیلئے مذاکرات کی کامیابی بہت ضروری ہے۔ ایسے وقت، کہ افغانستان سے غیر ملکی افواج کے انخلاء کا اعلان شدہ وقت قریب آرہا ہے اور وہاں مزاحمت کرنے والی قوتیں کشمکش اور آویزش کے ایک طویل دور کے بعد افغانستان میں قیام امن کے لئے امریکہ سے مذاکرات کررہی ہیں پاکستانی طالبان کو بھی قومی دھارے میں شامل ہو کر امن کو راستہ دینا چاہئے امریکہ افغانستان سے جانے والا ہے جسکے لئے احتیاط اور دانشمندی سے تیاری کی جائے تو پورے خطے میں امن و ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوگا پاکستانی طالبان کو بھی امن آشتی اور ترقی کے اس موقع کو ضائع نہیں جانے دینا چاہئے تاکہ ان کے لوگ بھی اس کے ثمرات سے بہرہ مند ہوسکیں۔ مذاکرات کی کامیابی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ حکومت ہر مرحلے میں اپوزیشن جماعتوں کو اعتماد میں لے اور باخبر رکھے ملک میں امن و استحکام کے لئے اتحاد و اتفاق کی اس وقت سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

مذاکرات پر پھیلتے سائے

طالبان کی جانب سے پرتشدد کارروائیاں روکنے کے اعلان پر حکومت اور عسکری قیادت کے مثبت جواب اور شدت پسندوں کے ٹھکانوں پر ٹارگیٹڈ فضائی حملے معطل کرنے کے حکم کو چوبیس گھنٹے بھی نہ گزرے تھے کہ پیر کو اسلام آباد کے سیکٹر ایف 8 میں واقع سیشن جج کی عدالت کے باہر دو خودکش حملوں، دستی بم پھینکنے اور اندھا دھند فائرنگ کے نتیجے میں ابتدائی اطلاعات کے مطابق ایڈیشنل سیشن جج اور بعض وکلا سمیت گیارہ افراد جاں بحق اور تقریباً تین درجن زخمی ہو گئے۔ چیف جسٹس آف پاکستان نے واقعے کا ازخود نوٹس لیتے ہوئے چیف کمشنر اور آئی جی پولیس اسلام آباد سے رپورٹ طلب کر لی ہے۔ پاکستان بار کونسل نے کل ملک بھر میں ہڑتال کا اعلان کیا ہے۔ اسلام آباد میں دہشت گردی کی یہ سفاکانہ واردات بلاشبہ امن مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی انتہائی افسوسناک کارروائی ہے، اس طرح کی کارروائیاں اس سے پہلے بھی ہوتی رہی ہیں جن کی وجہ سے بات چیت کے ذریعے پائیدار امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ صرف فروری 2014 میں ایسے 292 واقعات ہوئے۔ ایک سروے کے مطابق ریاست مخالف گروپوں کے حملوں اور سیکورٹی فورسز کی جوابی کارروائی میں اس ایک ماہ کے دوران 407 افراد ہلاک اور 516 زخمی ہوئے۔ تحریک طالبان نے فوری طور پر اسلام آباد کے سانحے سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔ اگر ان کا دعویٰ درست ہے اور بادی النظر میں اس کے باطل ہونے کی کوئی دلیل بھی موجود نہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ کئی اور تخریبی قوتیں اور گروہ بھی موجود ہیں جو اپنے اپنے مقاصد کے لئے وطن عزیز کو غیر مستحکم کرنے کے درپے ہیں۔ حکومت نے طالبان سے مذاکرات کا ڈول ڈالا ہے تو ان گروپوں کا بھی سراغ لگا کر انہیں بے اثر بنانے کی فکر کرے۔ امن کے لئے ہاتھ بڑھانے والوں سے مفاہمت کی راہ نکالے اور جو اس عمل میں رکاوٹ ڈالے اس سے اسی کی زبان میں بات کرے۔

طالبان سے امن مذاکرات کا عمل رکاوٹوں کے باوجود جاری رہنا چاہئے۔ سب سے بڑا مسئلہ جنگ بندی پر عملدرآمد کا ہے۔ یہ بات پہلے ہی مرحلے میں طے ہو جانی چاہئے کہ جنگ بندی کی نگرانی کون لے گا اور کوئی اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کی نشاندہی کس کی ذمہ داری ہو گی۔ پھر طالبان اور حکومت دونوں کو حقیقت پسندانہ طرز عمل اختیار کرنا چاہئے تاکہ قیام امن کا یہ موقع ضائع نہ ہو جائے۔ طالبان ریاست کے آئین کو تسلیم کریں اور قبائلی علاقوں سے فوج کی واپسی اور قیدیوں کی رہائی سمیت اپنی تمام شرائط کو معقولیت کے دائرے میں رکھیں۔ یہ مطالبہ محل نظر ہے کہ فوج نکل جائے اور ایف سی آ جائے۔ ایف سی بھی فوج ہی ہے۔ اس لئے ریاست کے نظام کو اس کے آئین اور قانون کے مطابق چلنے دیا جائے۔ جہاں تک قیدیوں کی رہائی کا معاملہ ہے تو طالبان کے پاس بھی بے شمار فوجی اور سویلین یرغمال بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سابق وزیراعظم گیلانی کے ایک صاحبزادے اور پشاور یونیورسٹی کے ایک وائس چانسلر بھی شامل ہیں انہیں فوراً رہا کر دینا چاہئے۔ تاوان کے لئے اغوا کئے جانے والوں کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ دنیا بھر میں جتنی بھی شدت پسند تنظیمیں ہیں آخر کار قانون کی بالادستی تسلیم کر کے ہی معمول کی زندگی کی طرف آتی ہیں۔ حکومت کو بھی ریاستی آئین کے مطابق اقدامات کرنے چاہئیں۔ ریاست آئین کی محافظ ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی ذمہ داری عوام کو امن دینا ہے۔ اسے دیکھنا چاہئے کہ بے گناہوں کا قتل نہ ہو، ظلم اور ناانصافی نہ ہو، طاقت کا بے جا استعمال نہ ہو، باہمی اعتماد کے فقدان کی وجہ سے حکومت اور طالبان محتاط انداز میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ طالبان نے ایک ماہ کے لئے حملے روکنے کا اعلان کیا ہے۔ حکومت نے بھی واضح کیا ہے کہ جہاں کہیں تشدد کی کارروائی ہو گی تو فوج اس کا مناسب جواب دے گی۔ دونوں کی کوشش ہونی چاہئے کہ جنگ بندی کی خلاف ورزی نہ ہو تاکہ جوابی کارروائی کی نوبت نہ آئے اور مذاکرات افہام و تفہیم سے پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ کوئی منحرف گروپ دہشت گردی کرتا ہے تو طالبان خود بھی اسے روکیں۔ حکومت اپوزیشن کو تمام معاملات سے باخبر رکھے اور اسے اعتماد میں لے کر ملک میں امن و امان بحال کرے۔

04-05-14 Jang

طالبان سے مذاکرات کا ماحول؟

ملک میں قیام امن کے لئے موجودہ حکومت نے دشواریوں کے باوجود تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کی راہ ہموار کی اور عملاً اس کا آغاز بھی کر دیا۔ حکومت کی ان کوششوں کو پوری قوم کی تائید حاصل رہی اوران پر عام طور پر ملک بھر میں اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ یہ عمل ہموار طریقے سے جاری رہتا تو اب تک مستقل اور پائیدار قیام امن کے امکانات بہت روشن ہو چکے ہوتے۔ لیکن غیر محتاط رویوں کے باعث ایسا نہیں ہو سکا اور وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کے تازہ اظہار خیال سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذاکرات کی کامیابی کے حوالے سے صورت حال کچھ زیادہ امید افزاء نہیں۔ وزیر داخلہ نے جمعہ کو نادرا ہیڈ کوارٹرز میں خیبر پختونخوا حکومت اور نادرا کے تعاون سے شہریوں کے لئے سہولت مراکز کھولے جانے کی تقریب کے بعد میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ اگرچہ قیام امن کا واحد راستہ مذاکرات ہیں لیکن موجودہ کھینچا تانی کے ماحول میں یہ عمل آگے نہیں بڑھ سکتا۔ وزیر داخلہ نے اس امر کی وضاحت بھی کی ہے کہ مذاکرات میں فوج کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہے نہ طالبان کی جانب سے کوئی تعطل۔ اس کے باوجود جو چیز مذاکرات کے ماحول کو خراب کر رہی ہے وہ ان کے بیان کے مطابق مذاکرات کی کامیابی کیلئے درکار سنجیدگی اور رازداری کا فقدان ہے۔ وزیر داخلہ نے حکومت پر عدم سنجیدگی کے الزام کی سختی سے تردید کرتے ہوئے اس کا ذمہ دار طالبان کی مذاکرات کمیٹی کے ارکان کو قرار دیا۔ وزیر داخلہ کا کہنا تھا کہ میٹنگ میں کچھ طے ہوتا ہے اور باہر جا کر کچھ اور کہا جاتا ہے، مذاکرات میں معاونت کے دعویدار سیاسی پوائنٹ اسکورنگ کر رہے ہیں، حالات انتہائی گمبھیر ہیں، طالبان کمیٹی کے بعض ارکان نے طے پانے والے امور کے برعکس سربازار تماشہ لگا دیا۔ مذاکراتی عمل میں تاخیر حکومت نہیں دوسرے فریق کے باعث ہوئی۔ اس موقع پر انہوں نے یہ انکشاف بھی کیا کہ بات چیت روکنے کے لئے پیر کے روز وزیر اعظم کو حقائق پر مبنی رپورٹ پیش کریں گے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ دنیا بھر میں مزاحمت کار عناصر سے بات چیت میں رازداری کا آخری حد تک اہتمام کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ دونوں جانب کے مذاکرات کاروں کے نام بھی پوشیدہ رکھے جاتے ہیں۔ لیکن طالبان سے مذاکرات میں صورت حال اب تک اس کے برعکس رہی ہے۔ نہ صرف یہ کہ حکومت اور طالبان کی مذاکراتی کمیٹی کے ارکان پوری طرح منظر عام پر رہے بلکہ میڈیا سے مسلسل رابطے میں بھی ہیں اور مذاکراتی عمل پر ان کی رواں کمنٹری ہمہ وقت جاری ہے۔ طالبان اور حکومت کے درمیان رابطوں میں نہایت اہم کردار ادا کرنے والے میجر (ر) عامر اس صورت حال سے دل برداشتہ ہو کر مذاکراتی عمل سے الگ ہونے کا اعلان کر چکے ہیں۔ حالیہ دنوں میں طالبان کی مذاکراتی کمیٹی کے بعض ارکان اور تحریک طالبان کے ترجمان کی جانب سے رازداری کے اصول کی خاص طور پر بہت زیادہ خلاف ورزی ہوتی رہی ہے۔ جنگ بندی کے حوالے سے مختلف اعلانات اور نت نئے مطالبات سامنے آتے رہے ہیں۔ حکومت پر عدم سنجیدگی کے الزامات لگائے جاتے رہے ہیں۔ تاہم اس پر وزیر داخلہ کا دل برداشتہ ہو کر وزیر اعظم کو بات چیت کا عمل روکنے کا مشورہ دینے پر آمادہ ہو جانا ہرگز مناسب نہیں۔ جب وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ قیام امن کا مذاکرات کے سوا کوئی راستہ نہیں، طالبان بات چیت کے لئے تیار ہیں اور فوج کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے نیز اس عمل ہی کے نتیجے میں آج ملک میں چند ماہ پہلے کی نسبت دہشت گردی کے واقعات میں نمایاں کمی نظر آتی ہے تو پھر اس عمل کو روک کر اب تک کی ساری محنت اور اس کے مثبت نتائج پر پانی پھیر دینا مناسب نہیں۔ لہٰذا اس کے بجائے غیر محتاط رویہ اختیار کرنے والے افراد کو معقول طرز عمل اپنانے پر تیار کیا جانا چاہیے۔ مذاکراتی عمل کو حتی الامکان تیز رفتار اور جلد از جلد نتیجہ خیز بنانے کے لئے ہر ممکن اقدام کیا جانا چاہئے۔ تمام سیاسی قوتوں کو بھی سیاسی پوائنٹ اسکورنگ کے بجائے قومی مفاد کی خاطر مذاکرات کے لئے سازگار ماحول فراہم کرنے میں مکمل تعاون کرنا چاہیے کیونکہ قیام امن سب کی ضرورت اور قومی سلامتی کا ناگزیر تقاضا ہے۔

04-10-13 Jang

طالبان کی نئی شرط

ملک کے نامور اور جید علمائے کرام ومشائخ عظام کی طرف سے جنگ بندی کی دردمندانہ اپیل پر تحریک طالبان کا ابتدائی ردعمل نہایت مناسب اور مثبت تھا جس سے امید پیدا ہوئی تھی کہ حکومت اور طالبان کے درمیان امن مذاکرات جلد شروع ہوجائیں گے لیکن ایک ہی روز بعد طالبان نے ڈرون حملے بند کرانے کی شرط لگا کر ملک میں امن کے امکانات کو دھندلا دیا ہے۔ طالبان کا پہلا ردعمل یہ تھا کہ حکومت جنگ بندی کا اعلان کرے تو طالبان بھی جنگ بند کردیں گے۔ اگرچہ ان کی یہ پیشکش بھی غیر مشروط نہیں تھی لیکن قابل فہم تھی کیونکہ جنگ بندی دونوں طرف سے ہو تبھی امن کا عمل آگے بڑھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منگل کو علمائے کرام نے ایک اور بیان جاری کیا جس میں تحریک طالبان کے مثبت جواب کو حوصلہ افزا اور قابل تحسین قرار دیا گیا۔ ساتھ ہی حکومت اور فوج سے اپیل کی گئی کہ وہ بھی جنگ بندی کا اعلان کریں تاکہ بات چیت کی راہ ہموار ہوسکے لیکن حکومت کے جواب کا انتظار کئے بغیر طالبان کی طرف سے اچانک یہ مطالبہ سامنے آگیا کہ حکومت پہلے ڈرون حملے بند کرائے۔ ان کا یہ مطالبہ اس بدگمانی کا نتیجہ ہے کہ ڈرون حملے حکومت کی رضامندی سے ہو رہے ہیں جبکہ حکومت بار بار امریکہ سے یہ حملے بند کرنے کا مطالبہ کررہی ہے اور اس نے یہ معاملہ اب اقوام متحدہ میں اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ عالمی برادری سے امریکہ پر دباؤ ڈلوا سکے اس سفارتی عمل کے علاوہ ڈرون حملے بند کرانے کا ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ پاکستان امریکی ڈرون طیاروں کو مار گرانا شروع کردے۔ اس سے قطع نظر کہ پاکستان اس پوزیشن میں ہے بھی یا نہیں۔ یہ اقدام دنیا کی ایک سپر پاور کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف ہوگا۔ طالبان کو یہ حقیقت تسلیم کرنی چاہئے کہ ڈرون حملے روکنا حکومت کے اختیار میں نہیں اس لئے وہ ایسی ناممکن العمل شرط لگا کر مذاکرات کے لئے علمائے کرام کی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کی گئی اپیل نظرانداز نہ کریں حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ جنگ بندی کے معاملہ پر اپنا موقف واضح کرے اور ڈرون حملے روکنے کے لئے امریکہ پر دباؤ جاری رکھے۔

04-11-13 Jang

نیٹو سپلائی۔ اندرونی اختلافات پر قابو پائیں

تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ سب کو معلوم ہوگیا ہے کہ پاکستان میں امن کوششوں کو کون برباد کر رہا ہے' اس لئے وہ قومی و صوبائی اسمبلیوں میں نیٹو سپلائی کی بندش اور ڈرون حملے بند کرنے کی قراردادیں لائیں گے۔ وہ اپنے اس عزم پر اتنی مضبوطی سے قائم ہیں کہ انہوں نے یہاں تک کہا کہ اگر ان کی حکومت جاتی ہے تو جائے' لیکن وہ نیٹو سپلائی بند کر کے دکھائیں گے۔

تحریک طالبان پاکستان کے صف اول کے رہنما حکیم اللہ محسود کے ایک امریکی ڈرون حملے میں مارے جانے کے بعد طالبان سے ہونے والے امن مذاکرات کو جتنا شدید دھچکا لگا ہے، اس کا فوری طور پر اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ مذاکرات کے آغاز سے عین پہلے ایک ہائی پروفائل شخصیت کو نشانہ بنانے کے اس عمل کو وزیر داخلہ کی جانب سے امن کی کوششوں کا قتل قرار دیا گیا ہے تو بعض لوگوں کی طرف سے ملکی اور غیر ملکی ایجنسیوں کے گٹھ جوڑ کو اس کا ذمہ دار سمجھا جا رہا ہے۔ کوئی محسود قبائل کی ذیلی شاخوں پر شبہات کے کنکر پھینک رہا ہے۔ گویا ایک ایسی بحرانی صورتحال ہے جس سے انتہائی حزم و احتیاط، تدبر و تحمل اور اتحاد و اتفاق سے نمٹنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس قسم کے حالات میں کسی بھی جانب سے کی جانے والی تنہا پرواز حالات کو مزید سنگین بنا سکتی ہے۔

اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ وفاقی حکومت' فوج اور کے پی کے کی صوبائی حکومت سب اس آتش بداماں موقع پر اپنے فکر و عمل سے کوئی ایسا تاثر نہ دیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ اس نازک مرحلہ پر وہ سب ایک ہی صفحے پر نہیں اور ان کے مؤقف میں کوئی ذرہ بھر تفاوت بھی موجود ہے۔ امریکی ڈرون حملوں کو روکنے کے بارے میں ملک کی کسی بھی قابل ذکر سیاسی جماعت' انتظامیہ اور طاقتور حلقوں کے درمیان کوئی اختلاف موجود نہیں تو اس حوالے سے کوئی مشترکہ حکمت عملی اپنانے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے تاکہ مذاکرات ڈی ریل نہ ہونے پائیں اور امن کی جانب پیش قدمی ہوسکے۔

05-02-14 Jang

خون خرابے کے بغیر امن

ملک میں قیام امن کے لئے حکومت اور طالبان کی قائم کردہ کمیٹیوں کے مابین رابطوں کا معاملہ مشکلات کا شکار ہوگیا ہے۔ منگل کو دونوں کمیٹیوں کے ارکان کی ملاقات ہونا تھی مگر یہ ایک دن کیلئے ملتوی ہوگئی ہے۔ تاہم وزیراعظم نواز شریف نے مذاکراتی عمل کے اس مرحلے پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے لاہور میں سینئر صحافیوں سے گفتگو کے دوران کہا ہے کہ طالبان سے مذاکرات کا معاملہ تسلی بخش انداز میں آگے بڑھ رہا ہے ان کا کہنا تھا کہ وہ ملک میں خون خرابے کے بغیر امن چاہتے ہیں اور مذاکرات کے سوا کوئی دوسرا آپشن ان کے زیر غور نہیں اب گیند طالبان کی کورٹ میں ہے ان کی جانب سے شرائط سامنے آئیں تو ان پر ہر سطح پر غور ہوگا وزیراعظم کے اس امید افزا بیان کے پہلو بہ پہلو طالبان کا یہ موقف بھی سامنے آیا ہے کہ انہیں حکومت پر مکمل اعتماد نہیں اسی لئے انہوں نے حکومتی کمیٹی سے بات چیت کے لئے اپنے نمائندوں کی بجائے علماء اور سیاسی رہنماؤں پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی طالبان کے ترجمان کے مطابق انہیں خطرہ ہے کہ حکومت ماضی کی طرح اب بھی شاید ہمارے نمائندوں کو گرفتار نہ کرلے بداعتمادی کی اس فضا میں ایک ہلکا سا ارتعاش اس وقت بھی پیدا ہوا جب تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان اور جمعیت علماء اسلام (ف) نے طالبان کی کمیٹی میں اپنی اپنی وجوہات کی بنا پر شامل ہونے سے انکار کردیا طالبان نے اس پر مایوسی کا اظہار کیا ہے مبصرین کا خیال ہے کہ اس سے طالبان کی حکمت عملی پر تو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا لیکن مذاکراتی عمل غیر ضروری تاخیر کا شکار ہوسکتا ہے دہشت گردی کے خاتمے اور امن وامان کی بحالی کیلئے حکومت اور طالبان میں پہلے بھی اعلانیہ یا غیر اعلانیہ بات چیت ہوتی رہی ہے اور اس مقصد کیلئے کمیٹیاں بھی بنتی رہی ہیں لیکن باہمی اعتماد کے فقدان کے باعث معاملہ آگے نہیں بڑھ سکا۔ اس مرتبہ اگرچہ ماضی کے مقابلے میں زیادہ سنجیدگی نظر آرہی ہے مگر مذاکرات کے نتیجہ خیز ہونے کے حوالے سے اندیشے اور وسوسے پوری طرح تحلیل نہیں ہوئے سب سے بڑا مسئلہ تو دونوں طرف سے مکمل فائر بندی کا ہے اتوار کو پشاور میں ہونے والے دھماکوں کے علاوہ پیر کو جنوبی وزیرستان میں فورسز پر حملے بھی ہوئے جس سے پتہ چلتا ہے کہ شدت پسندوں کے بعض گروپ اپنے طور پر یا طالبان قیادت سے کوئی واضح ہدایت نہ ملنے کی وجہ سے ابھی تک سرگرم عمل ہیں حالانکہ شمالی وزیرستان میں فضائیہ یا فوج کے گن شپ ہیلی کاپٹروں کی جانب سے کسی کارروائی کی اطلاع موصول نہیں ہوئی یہ پتہ بھی چلایا جارہا ہے کہ کوئی تیسرا فریق مذاکرات کو ناکام بنانے کیلئے تو یہ کارروائیاں نہیں کررہا پھر طالبان کی شرائط بھی مذاکرات کی کامیابی کے آڑے آسکتی ہیں طالبان ترجمان کے مطابق ان کے اصل نمائندوں پر مشتمل نو رکنی کمیٹی ایک دو روز میں ان کی سیاسی کمیٹی کے ارکان سے ملاقات کرے گی جس میں حکومت کو پیش کرنے کے لئے طالبان کی شرائط رکھی جائیں گی یہ شرائط کیا ہوں گی ان کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں لیکن میڈیا میں جن شرائط کا ذکر ہوتا رہا ہے ان میں دہشت گردی میں پکڑے گئے طالبان قیدیوں کی رہائی، شریعت کا نفاذ، قبائلی علاقوں سے فوجوں کا انخلاء اور طالبان کے جانی نقصانات کے معاوضے کی ادائیگی سرفہرست ہیں یہ ایسے معاملات ہیں جو گہرے غور وفکر کے متقاضی ہیں شریعت کا نفاذ تو آئینی معاملہ ہے اسے آئینی طور پر ہی حل کیا جاسکتا ہے جہاں تک دوسرے معاملات کا تعلق ہے تو یہ بھی کوئی یک طرفہ مسئلہ نہیں طالبان کو بھی لاتعداد بے گناہ شہریوں کے جانی اتلاف اور یرغمال بنائے جانے والے لوگوں کا حساب دینا ہے مذاکرات کی میز پر یہ سب باتیں کھل کر سامنے آئیں گی جن پر افہام وتفہیم کے جذبے سے غور کرنے کی ضرورت ہوگی توقع کی جانی چاہئے کہ بات چیت کے ذریعے ملک میں خون خرابہ روکنے پر اتفاق ہوجائے گا خون بے گناہ شہریوں اور فوجیوں کا ہو یا طالبان کا یہ پاکستانیوں کا خون ہے اسے ہر قیمت پر بہنے سے روکنا چاہئے دنیا میں شدت پسندوں نے جہاں جہاں جنگیں لڑیں بالآخر انہیں مذاکرات کے ذریعے ہی امن کا راستہ اختیار کرنا پڑا امن اس وقت پاکستان اور اس کے عوام کی سب سے بڑی ضرورت ہے وزیراعظم نے درست کہا کہ اس خطے اور دنیا کا مفاد امن میں ہے امن ہوگا تو ترقی اور خوشحالی ہوگی مذاکرات کے تمام فریقوں کو یہی نصب العین سامنے رکھ کر خلوص اور نیک نیتی سے پیش قدمی کرنی چاہئے۔

05-03-14 Jang

سانحہ اسلام آباد اور نئے سوالات

اسلام آباد میں عدالتی دفاتر اور وکلا کے چیمبرز پر خودکش بم حملوں اور فائرنگ کے سانحے میں گیارہ انسانی جانوں کے اتلاف نے ملک میں سکیورٹی کی صورت حال اور انٹیلی جنس و قانون نافذ کرنے والے اداروں کی صلاحیتوں، ٹریننگ اور ہمہ وقت تیاری کی حالت میں رہنے کے حوالے سے کئی سوالات کو جنم دیا ہے جن کے اب تک جواب طلب رہنے کے باعث عوام کی بے چینی اور فکرمندی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ چند ہی روز قبل ان اطلاعات کے بعد بھی کہ دہشت گردوں کا ایک گروہ اسلام آباد میں داخل ہو گیا ہے، دعویٰ کیا گیا تھا کہ اسلام آباد ملک کا سب سے محفوظ شہر ہے۔ یہ دعویٰ اس حقیقت کے باوجود کیا گیا کہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا ایک تنہا شخص نے کئی گھنٹے تک اسلام آباد کو یرغمال بنائے رکھا اور پولیس بے بسی کی تصویر بنے اسے دیکھتی رہی۔ عدالت عظمیٰ میں بتایا گیا ہے کہ ایف 8 کچہری میں 47 اہلکار وقوعہ کے روز ڈیوٹی پر تھے، اس کے باوجود دہشت گرد کسی کو نظر آئے بغیر اپنے ہدف تک پہنچ گئے، پھر کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ عدالت کو بتایا گیا کہ دو پولیس اہلکاروں نے اسلحہ استعمال کیا مگر کس کے خلاف؟ کیونکہ کوئی ملزم زخمی ہوا نہ پکڑا گیا۔ پولیس ذرائع تسلیم کرتے ہیں کہ حملے میں تین گاڑیاں استعمال کی گئیں جو ابھی تک اسلام آباد کی حدود میں ہی ہیں مگر ان میں سے ایک بھی پکڑی نہیں جا سکی۔ پھر یہ سوال بھی ہے کہ گاڑیاں تین تھیں تو ان میں دہشت گرد بھی دو یا تین نہیں، پانچ، سات یا اس سے بھی زیادہ ہوں گے۔ دو نے تو خود کو بموں سے اڑا لیا اتنی بڑی پولیس فورس کی موجودگی میں باقی کیسے فرار ہو گئے؟ یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ احرار الہند نامی تنظیم نے 9 فروری کو ایک بیان جاری کیا جو 14 فروری کو دی نیوز راولپنڈی میں شائع ہوا۔ بیان میں اس تنظیم نے طالبان سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ حکومت اور طالبان کے مذاکرات کا جو بھی نتیجہ نکلے وہ شریعت کے نفاذ تک شہروں اور بندوبستی علاقوں میں حملے جاری رکھے گی۔ یہ جاننے کے باوجود کہ احرار الہند اور اس جیسے کئی دوسرے دہشت گرد گروپ طالبان شوریٰ کے فیصلوں کی پابندی نہیں کریں گے، ان کا سراغ لگانے اور اسلام آباد میں دہشت گردوں کے ٹھکانوں کی موجودگی کی خبروں کے تناظر میں ضروری اقدامات کیوں نہیں کئے گئے؟ دہشت گرد سکیورٹی فورسز، عبادت گاہوں، دینی و سیاسی اجتماعات، صحافیوں، ججوں اور وکلا کو پہلے بھی نشانہ بناتے رہے ہیں۔ 2007 میں اسلام آباد ہی میں وکلا کی ایک تقریب کو نشانہ بنایا گیا تھا جس میں 15 افراد جاں بحق ہو گئے تھے۔ اس پس منظر میں دوسرے مقامات اور افراد کے علاوہ عدالتوں کے تحفظ کے لئے بھی فول پروف سکیورٹی اقدامات ضروری تھے مگر عجیب بات یہ ہے کہ ایف 8 کی کچہری کے احاطے میں کوئی سی سی ٹی وی کیمرہ موجود نہیں تھا اور ایک بھی سکیورٹی گیٹ کام نہیں کر رہا تھا، اسی وجہ سے چیف جسٹس آف پاکستان نے ہدایت کی ہے کہ ملک بھر کی عدالتوں میں سی سی ٹی وی کیمرے لگائے جائیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دہشت گردوں نے اپنے گرفتار شدہ ساتھیوں کو سزاؤں سے بچانے کے لئے عدالتوں پر دباؤ بڑھانا شروع کر دیا ہے۔ اسلام آباد کا سانحہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ وفاقی حکومت بلاشبہ سکیورٹی کی صورت حال بہتر بنانے کے لئے سرگرم ہے۔ خصوصاً وزیر داخلہ چوہدری نثار علی کی کاوشیں اس سلسلے میں قابل قدر ہیں۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ 16 سونگران کیمرے اور بارودی مواد چیک کرنے والی 65 گاڑیاں منگوائی جا رہی ہیں۔ انہوں نے دہشت گردوں کے مقابلے کے لئے ایک سریع الحرکت فورس بنانے کا بھی عندیہ دیا ہے۔ ان اقدامات کو جلد عملی شکل دینے کی ضرورت ہے۔ معروضی حالات میں بلاشبہ یہ موجودہ حکومت خصوصاً وزیراعظم نواز شریف کے لئے کڑے امتحان کا وقت ہے۔ ایک طرف انہیں طالبان سے مذاکرات کے ذریعے قیام امن کی راہ نکالنی ہے تو دوسری طرف بکھرے ہوئے دہشت گرد گروپوں کے وار ناکام بنانے ہیں۔ توقع کی جانی چاہئے کہ حکومت اپوزیشن، فوج اور دوسرے سکیورٹی ادارے مشترکہ سوچ اور عمل کے ذریعے وطن عزیز کے امن و استحکام کو یقینی بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

05-04-14 Jang

طالبان مذاکرات: ایک قدم آگے، دو قدم پیچھے کیوں؟

عین اس وقت جب سیز فائر کی مدت ختم ہونے کے بعد حکومت کی خاموشی اور طالبان کے ایک گروپ کی جانب سے دہشت گردی کی کارروائیاں دوبارہ شروع کرنے کی دھمکی سے مذاکراتی عمل غیر یقینی صورتحال سے دوچار ہو رہا تھا جمعہ کو حکومت اور طالبان کی دانشمندانہ پیش قدمی نے امن مذاکرات کے بارے میں امید کے چراغ ایک بار پھر روشن کر دیئے ہیں۔ اسلام آباد میں وزیر اعظم نواز شریف کی زیر صدارت قومی سلامتی کے امور پر سیاسی و عسکری قیادت کا اعلیٰ سطحی اجلاس ہوا جس میں طالبان سے مذاکرات آگے بڑھانے کی آئندہ حکمت عملی طے کی گئی اور شمالی وزیرستان میں کالعدم تحریک طالبان کے ترجمان نے جنگ بندی کی میعاد میں 10 اپریل تک توسیع کا اعلان کیا اور طالبان کو حکومت اور فورسز کے خلاف کارروائیاں معطل رکھنے کی ہدایات جاری کر دیں۔ جنگ بندی میں توسیع طالبان کے مطالبے پر 19 قیدیوں کی رہائی کا نتیجہ بتائی گئی ہے۔ اس حوالے سے ایک روز قبل وزیر اعظم ہاؤس اور وزارت داخلہ کی جانب سے متضاد بیانات جاری ہوئے تھے جن سے قیدیوں کے جرائم کی نوعیت کے بارے میں ابہام پیدا ہو گیا تھا۔ حکومت کا اب تک یہی موقف رہا ہے کہ ایسے قیدیوں کو رہا کیا جا سکتا ہے جو کسی عسکری کارروائی میں ملوث نہ ہوں۔ وزیر اعظم ہاؤس کے ترجمان کا کہنا تھا کہ رہائی پانے والے معمولی جرائم میں ملوث تھے جبکہ وزارت داخلہ کا بیان تھا کہ وہ غیر عسکری طالبان تھے۔ بعد میں وزارت داخلہ کے بیان کو ہی مصدقہ قرار دیا گیا۔ بیان کے مطابق یہ قیدی 21، 25 اور 28 مارچ کو رہا کئے گئے اور ان کا تعلق محسود قبائل سے ہے۔ وزیرستان کے پولیٹیکل ایجنٹ کا کہنا ہے کہ سو مزید قیدی چند روز میں رہا کر دیئے جائینگے۔ جنگ بندی میں توسیع کا اعلان کرتے ہوئے طالبان ترجمان نے کہا کہ طالبان نے امن کیلئے آسان شرائط رکھی تھیں۔ ہم نے امن کی خاطر ذمہ داری اور سنجیدگی کا مظاہرہ کیا لیکن حکومت نے سیز فائر کی مدت ختم ہونے کے بعد بھی کوئی جواب نہ دیا۔ حکومت کی اس خاموشی سے طالبان الجھن کا شکار ہیں۔ طالبان کمیٹی کے رکن پروفیسر ابراہیم کے مطابق 29 مارچ کے اجلاس کے بعد بات چیت آگے بڑھانے کی ذمہ داری حکومتی کمیٹی پر تھی جسے صلاح مشورے کے بعد طالبان کی تجاویز اور مطالبات کا جواب دینا تھا مگر اس نے طالبان کمیٹی سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ اس سے مذاکرات میں تعطل کا تاثر پیدا ہوا۔ حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات ایک سنجیدہ عمل ہے اور اسے پوری سنجیدگی کیساتھ آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے زیادہ کردار حکومتی کمیٹی کا ہی بنتا ہے ہوسکتا ہے کہ اس معاملے میں سست روی کی ٹھوس وجوہات موجود ہوں لیکن جو تضادات اور ابہام سامنے آ رہے ہیں اس سے لگتا ہے کہ ہم امن کی طرف ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں تو دو قدم پیچھے چلے جاتے ہیں۔ مفاہمت کی جانب پیش رفت ایک مسلسل عمل ہے جسے بلا روک ٹوک جاری رہنا چاہئے۔ وزیر اعظم کے مشیر خصوصی کے مطابق طالبان ماضی میں فوج ہٹانے اور شریعت نافذ کرنے کا مطالبہ کرتے رہے ہیں مگر اب ایسا کوئی مطالبات سامنے نہیں آ رہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ طالبان مذاکرات آئین اور قانون کے دائرے کے اندر رکھنے پر آمادہ ہیں۔ باقی معاملات مذاکرات کی میز پر طے کئے جا سکتے ہیں۔ انہوں نے قیدیوں کی رہائی اور امن زون قائم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ قیدیوں کی رہائی کیلئے ان کی فہرستوں کی چھان بین ہو رہی ہے جو رہائی کی شرط پر پورا اترا اسے چھوڑ دیا جائے گا جو نہ اتر سکا اسے اپنے کئے کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ امن زون کے بارے میں بھی حکومت نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے۔ اس نے اس مقصد کیلئے کوئی علاقہ مخصوص کیا ہے نہ ایسا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن یہ ساری باتیں غیر مبہم انداز میں قطعیت کیساتھ مذاکرات کی میز پر آنی چاہئیں اور فریقین کی باہمی رضامندی سے طے ہونی چاہئیں۔ عوام کو بھی اس سلسلے میں حقائق سے باخبر رکھنا چاہئے۔ بے یقینی کی موجودہ صورتحال ان کیلئے پریشان کن ہے۔ ان کا روشن مستقبل پر امن اور خوشحال پاکستان سے مشروط ہے۔ حکومت نے اس حوالے سے مذاکرات کے ذریعے جو بیڑا اٹھایا ہے اسے منطقی انجام تک پہنچانے میں غیر ضروری تاخیر کرے نہ طالبان کو ایسا کرنے کا موقع دے۔ اس عمل کی 10 اپریل تک تکمیل یقینی بنانی چاہئے۔

05-05-14 Jang

مذاکرات کی نئ پیشکش!

طالبان رابطہ کمیٹی کا کہنا ہے کہ آپریشن سے ملک میں خانہ جنگی ہوگی۔ طالبان موجودہ حالات میں جب مذاکرات جاری رکھنے کے لئے تیار ہیں، ہفتہ کو ایک انٹرویو میں طالبان کمیٹی کے رکن پروفیسر ابراہیم نے کہا کہ وزیر داخلہ کا بیان غیر معمولی ہے لیکن طالبان مذاکرات جاری رکھنے کے لئے تیار ہیں۔ اس حوالے سے اگرچہ فی الحال مشکلات ہیں جو دور کرلی جائیں گی۔ ان کا کہنا ہے کہ طالبان رابطہ کمیٹی کی کوشش ہے کہ مذاکرات کامیاب ہو۔ انہوں نے بتایا کہ اگلی ملاقات کے لئے جگہ اور وقت کا تعین نہیں ہوا ہے اور طالبان قیادت سے رابطہ جاری ہے جبکہ مولانا سمیع الحق کا کہنا ہے کہ ہمیں حکومت پر اعتماد ہے اور یقین ہے کہ حکومت طالبان سے مذاکرات میں سنجیدہ اور مخلص آپریشن کے ذریعہ مسئلہ کا حل چاہنے والے ملک میں خون کی ہولی کھیلنا چاہتے ہیں۔ طالبان مذاکراتی کمیٹی کے ایک اور رکن مولانا محمد یوسف کا کہنا ہے کہ ملک اس وقت دوراہے پر کھڑا ہے امن و امان کے قیام کے لئے مذاکرات ہی واحد حل ہے۔ اس بارے میں دورائے نہیں کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے بامقصد مذاکرات ہونے چاہیں اور اس حوالے سے حکومت کی جانب سے مثبت پیش رفت کی گئی ہے۔ حکومتی اور طالبان کی رابطہ کمیٹیوں نے اس پر اتفاق کیا ہے لیکن طالبان کی جانب سے جنگ بندی ختم کرکے جو حملے شروع کئے گئے ہیں ان کا کوئی جواز نہیں تھا۔ مولانا یوسف کا کہنا ہے کہ ہم دونوں فریقوں سے جنگ بندی کا مطالبہ کریں گے۔ طالبان رابطہ کمیٹی کی جانب سے مذاکرات کا عمل جاری رکھنے کی جو پیشکش کی گئی ہے اس کا حکومتی کمیٹی نے مثبت جواب دیا ہے اور مذاکرات کو آگے بڑھانے کی خواہش کا اظہار بھی کیا گیا ہے، تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ اس نئی پیشکش کے مضمرات کے تمام پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے اور اگر طالبان کی قیادت مذاکرات پر سنجیدہ ہے تو وہ زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مثبت جواب دیں اور باضابطہ مذاکرات کے وقت اور جگہ کا تعین کرکے اسے کامیاب بنانے میں کردار ادا کریں۔

05-11-13 Jang

قیادت کی آزمائش

ایسے وقت میں، کہ ایک طرف برسوں سے امن کی متلاشی پاکستانی قوم کو طالبان سے مذاکرات کی صورت میں نظر آنے والا امن کا امکان ایک ڈرون حملے کے نتیجے میں سردست نظروں سے اوجھل ہوچکا ہے اور دوسری جانب طالبان کی جانب سے آنے والے بعض بیانات میں حکومت پاکستان پر واشنگٹن میں سودا کرنے کے شبہات ظاہر کئے جارہے ہیں، قومی قیادت کو ایک بڑی آزمائش کا سامنا ہے جس سے عالمی سطح پر نمٹنے کے لیے امریکا سمیت تمام قوتوں کے ساتھ موثر سفارت کاری بروئے کار لانے کی ضرورت ہے جبکہ طالبان سمیت ان تمام عناصر سے رابطے بحال کئے جانے چاہئیں جنہیں مذاکرات کی میز پر لانا مطلوب ہے۔ موثر روابط اور فعال سفارتکاری اس بنا پر اور بھی ضروری ہوگئی ہے کہ امریکا سے آنے والے بعض بیانات میں اس نقصان کا ادراک نظر نہیں آتا جو پاکستان میں قیام امن کی کوششوں کے ساتھ ساتھ اتحادی فوجوں کو محفوظ انخلا کا راستہ دینے کے امکانات کو بھی درپیش ہیں۔ بصورت دیگر کم ازکم اس موقع پر یہ نہ کہا جاتا کہ ڈرون حملے کامیاب ہیں اور آنے والے دنوں میں مزید کامیابیاں ملنے کی توقع ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر ملک کی حکمت عملیاں اس کے اپنے مفادات کے تابع ہوتی ہیں لیکن جب کسی مہم یا جنگ میں کسی دوسرے ملک کو شراکت دار بنایا جاتا ہے تو اس کے مفادات کا خیال رکھنے کو بھی کامیابی کی کلید کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ کے سینیئر عہدیدار کی طرف سے تحریک طالبان سے مذاکرات کو پاکستان کا داخلی معاملہ قرار دیئے جانے کے باعث پاکستان کے ان حلقوں کو ضعف پہنچا ہے جو امریکی اور افغان طالبان کے درمیان مذاکرات کامیاب بنانے کے لیے ہر طرح کی کوششوں پر یقین رکھتے رہے ہیں۔ امریکی کانگریس اور سینٹ کی انٹیلی جنس کمیٹیوں کے سربراہوں کے بیانات سے بھی کچھ ایسا ہی تاثر اجاگر ہوتا ہے۔ امریکی حکام اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ صدر اوباما سمیت امریکی انتظامیہ کے کئی ذمہ دار عہدیدار طالبان سے حکومت پاکستان کے امن مذاکرات کی حمایت کرتے رہے ہیں حتیٰ کہ یہ تاثر بھی دیا گیا کہ مذاکراتی عمل کے دوران ڈرون حملے نہیں کئے جائیں گے۔ مگر حکومتی وفد کی طالبان قیادت سے ملاقات کے لئے روانگی سے چند گھنٹے قبل جو کچھ ہوا اس پر دنیا کی امن پسند قومیں ششدر رہ گئیں۔ یہاں تک کہ واشنگٹن کے سب سے بڑے حامی، افغان صدر حامد کرزئی کو بھی کہنا پڑا کہ حکیم اللہ محسود کو غلط وقت پر مارا گیا۔ امریکہ نے افغانستان میں ایک لشکر جرار اور اربوں ڈالر کے وسائل جھونکنے کے باوجود افغان طالبان سے مذاکرات ہی کا راستہ اختیار کیا ہے اور پاکستان بھی اسی کی پیروی میں پاکستانی طالبان کو امن کی طرف لانے کی کوششیں کررہا ہے جو طالبان لیڈر پر حملے کے باعث بری طرح متاثر ہوئی ہیں۔ اس کارروائی سے خطے میں امن کو شدید زک پہنچی ہے۔ ساتھ ہی پاکستان کے عوام میں جو پہلے ہی امریکہ کی بعض پالیسیوں کے منفی اثرات کے باعث نالاں تھے، امریکہ کی مخالفت مزید بڑھ سکتی ہے۔ سیاسی پارٹیوں، علماو مشائخ اور رائے عامہ کے دیگر نمائندوں نے امریکہ کی مذکورہ کارروائی پر سخت ردعمل ظاہر کیا ہے۔ ایسی صورت حال میں باہمی مشاورت اور قومی اتفاق رائے ہی مناسب ترین راستہ ہے۔ حکومت اور اپوزیشن کو کوئی بھی لائحہ عمل اختیار کرنے سے پہلے دیکھنا ہوگا کہ پاکستان کا مفاد کس چیز میں ہے۔ اس حوالے سے بین الاقوامی حالات کے تناظر میں زمینی حقائق پیش نظر رکھنا ہوں گے اور حقائق یہ ہیں کہ آج ملکوں کے مفادات ہاتھ جھٹکنے کی بجائے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چلنے سے وابستہ ہیں۔ ہمارا مفاد انتہا پسندی کی بجائے میانہ روی میں ہے۔ امریکہ سے ہمارے تعلقات کی اچھی یا بری ایک تاریخ ہے۔ اس سے معاملات سلجھاتے وقت ایسے طور طریقے اپنانے چاہئیں کہ مسائل حل ہونے کی بجائے مزید مسائل نہ پیدا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ طالبان کا مسئلہ بیچ میں رہ جائے اور ہم کسی اور مسئلے میں پھنس جائیں۔ یہ قومی قیادت کی دوراندیشی اور معاملہ فہمی کی آزمائش کا وقت ہے۔ حکومت پر ذمہ داریوں کا بوجھ زیادہ ہے اسے اٹھانے میں اپوزیشن کو نیک نیتی سے اس کا ساتھ دینا ہوگا۔

06-02-14 Jang

تیسری طاقت اور دہشت گردی

حکومت پاکستان اور تحریک طالبان میں قیام امن کے لئے مذاکرات کے امکانات روشن ہونے کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے ایسے واقعات کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے جن سے طالبان مکمل لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔ پشاور میں اتوار کے روز پکچر ہاؤس سینما میں ہونے والے دو بم دھماکوں کے بعد منگل کو قصہ خوانی بازار کے قریب واقع ایک ہوٹل میں ہونے والا خودکش دھماکے سے بھی تحریک طالبان نے بلاتاخیر لاتعلقی کا اظہار کرنے کے علاوہ اس کی شدید مذمت بھی کی ہے۔ منگل ہی کو کراچی میں شالیمار ایکسپریس کو بھی دھماکے کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کارروائی کی ذمہ داری اب تک کسی نے قبول نہیں کی ہے۔ طالبان کی مذاکرات پر آمادگی اور اس مقصد کے مذاکراتی ٹیم کی نامزدگی کے بعد ہونے والی اس دہشت گردی کا ایسی قوتوں کی کارروائی ہونا بالکل قرین قیاس ہے جو مذاکراتی عمل کو ناکام بنانا چاہتی ہیں۔ تاہم ماضی کے مقابلے میں اس وقت طالبان قیادت بھی ایسے واقعات سے اظہار لاتعلقی کرکے مذاکرات کی فضا کو خراب ہونے سے بچانے میں پرعزم دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اس تیسری قوت کو بے نقاب کرنے میں حکومت پاکستان سے تعاون بھی کرے اور اگر اس کا کوئی اتحادی گروپ ایسے واقعات میں ملوث ہو تو اس کے خلاف اس کی جانب سے کارروائی بھی کی جائے۔ پشاور کے سینما گھر کے دھماکوں کی ذمے داری جنداللہ نامی تنظیم نے قبول کرلی ہے، جسے طالبان کا اتحادی گروپ سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے قیام امن سے اپنے اخلاص کو ثابت کرنے کے لئے طالبان کو جنداللہ کو ایسی سرگرمیوں سے روکنے کی تدبیر یا اسے اتحاد سے الگ کرنے کا اقدام کرنا چاہئے۔ پشاور کے ہوٹل پر خودکش حملہ کے بارے میں بھی طالبان کو معلومات کی فراہمی میں حکومت پاکستان کی مدد کرنی چاہئے کیونکہ جو عناصر بھی ایسا کررہے ہیں وہ طالبان اور حکومت پاکستان کے قیام امن کے مشترکہ مقصد کو ناکام بنانے کی سازش میں شریک ہیں۔ لہٰذا اس تیسری طاقت کو بے نقاب کرنے اور کیفر کردار کو پہنچانے میں طالبان کی طرف سے بھرپور تعاون کیا جانا چاہئے۔

06-02-14 Jang

مذاکرات کس طرح ہونے چاہئیں؟

اس وقت پوری قوم کی توجہ طالبان اور حکومت کی مذاکراتی ٹیموں کی سرگرمیوں اور پیش رفتوں پر ہے مگر یہ بات نظرانداز نہیں کی جانی چاہئے کہ اس طرح کے معاملات خط مستقیم کی طرح سیدھے اور ہموار نہیں چلتے، ان میں پیچ وخم اور نشیب وفراز آتے رہتے ہیں۔ منگل کے روز حکومت اور طالبان کی مذاکراتی ٹیموں کی ملاقات نہ ہونے اور بعدازاں طالبان کے ترجمان اور ان کی نامزد کمیٹی کی وضاحت کے بعد باضابطہ ملاقات کی خواہش کے اظہار کا معاملہ متحارب فریقوں کے مذاکرات کے حوالے سے اچانک سامنے آنے والی بہت سی رکاوٹوں کا ایک حصہ ہے مگر جب ایسے معاملات ذرائع ابلاغ پر لائے جاتے ہیں یا بیانات کا حصہ بنتے ہیں تو سنگین پیچیدگیاں پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے فریقین اگر مذاکرات کو کامیابی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں تو انہیں چند باتوں کا بہر طور خیال رکھنا ہوگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کسی بھی مکالمے کے نتیجہ خیز ہونے کی سب سے پہلی شرط اخلاص ہے۔ وطن عزیز کو اس وقت جس بڑے بحران کا سامنا ہے اس کا تقاضا ہے کہ طالبان سمیت اس وطن میں رہنے بسنے اور اس آب وہوا میں سانس لینے والے تمام فریق پہلے قدم کے طور پر نیک نیتی کے ساتھ آپس میں بات چیت کریں اور اس ملک کی ترقی وخوشحالی کے لئے مل جل کر کام کریں۔ اچھی بات یہ ہے کہ اس باب میں رابطوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں دوسرا قدم یہ ہونا چاہئے کہ قتل وغارت اور تخریب کاری کا سلسلہ بند ہو۔ پچھلے کئی روز کے دوران خیبر پختونوا اور سندھ میں رونما ہونے والے دہشت گردی کے واقعات میں درجنوں افراد جاں بحق اور متعدد زخمی ہوئے ہیں۔ تحریک طالبان نے ان واقعات سے لاتعلقی ظاہر کی ہے لیکن یہ کافی نہیں، اس مرحلے پر اسے ان واقعات کی روک تھام میں حکومت کی مدد کرنی ہوگی۔ اس ضمن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ جب دو فریق اپنے اختلافات دور کرنے اور باہمی اتفاق کے حامل نکات پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو میڈیا کے ذریعے مذاکرات نہیں کرتے۔ سنجیدہ مذاکرات براہ راست یا بالواسطہ رابطوں کے ذریعے ہوتے ہیں۔ آئرش ری پبلکن آرمی اور برطانوی حکومت کے درمیان ہونے والے معاہدے ہوں یا فلسطین اور اسرائیل کے درمیان صلح کی کوششیں، سب میں یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ خود پاکستان میں بھی ماضی میں حکومت اور بعض متحارب گروپوں کے درمیان کئی معاہدے ٹریک ٹو ڈپلومیسی کے ذریعے ہوئے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ دونوں فریق اپنی باتیں، شکایات اور تحفظات ایک دوسرے تک پہنچانے کے لئے میڈیا کو استعمال کرنے سے گریز کریں۔ سنجیدہ مذاکرات کی ایک اہم ضرورت ان کا ایجنڈا، طریق کار اور معاملات طے پانے کی صورت میں فیصلوں پر عملدرآمد کا پہلو ہوتا ہے۔ توقع کی جانی چاہئے کہ مذاکراتی ٹیموں کی پہلی نشست میں ہی ان نکات پر غور کر لیا جائیگا۔ کمیٹیوں میں موجود جید علمائے دین، دانشوروں اور نامور صحافیوں کو اس باب میں بھی معاشرے کی رہنمائی کرنی ہوگی کہ آبادیوں میں مذاہب، فرقوں اور نسلوں کی جو ہمہ رنگی پائی جاتی ہے اسے رواداری اور خوش دلی سے کیسے برداشت کیا جانا چاہئے۔ ماضی میں ملی یکجہتی کونسل نے مختلف فرقوں کے درمیان ہم آہنگی کے لئے کچھ رہنما اصول بنائے تھے جن پر تمام مکاتب فکر نے اتفاق کیا تھا۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ آنے والے دنوں میں انہی رہنما اصولوں سے کام چلایا جاسکے گا یا کچھ نئے رہنما اصول وضع کرنے کی ضرورت ہوگی۔ طالبان اور حکومت کے درمیان مذاکرات کے حوالے سے یہ بات بھی ملحوظ رکھنی ہوگی کہ ابتدا میں چاہے یہ معاملہ علاقائی رہا ہو مگر اب نہ صرف قومی بلکہ بین الاقوامی بن چکا ہے۔ اس لئے جہاں طالبان کے لئے ضروری ہوگا کہ ملا عمر سے رہنمائی لیں وہیں حکومت پر بھی لازم ہوگا کہ اس نے اب تک جس طرح سیاسی جماعتوں سے مشاورت کا سلسلہ جاری رکھا ہے اسی طرح اس مشاورت کے پہلو بہ پہلو سیکورٹی اداروں سے بھی پوری طرح رابطہ رکھے۔ چیلنج یقیناً بہت بڑے ہیں مگر ان پر قابو پانا بھی ضروری ہے اور اخلاص عمل سے کام لیا جائے تو بڑے سے بڑا مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے۔

06-03-14 Jang

مذاکرات : توقعات اور خدشات

تحریک طالبان سے مذاکرات کے لئے بنائی گئی حکومتی ٹیم کی منگل کے روز وزیر اعظم نواز شریف سے ملاقات کے بعد نہ صرف ایک بار پھر امن بات چیت بحال ہونے کے امکانات نمایاں ہوئے ہیں بلکہ خیال کیا جا رہا ہے کہ جلد ہی مذاکرات اس دوسرے مرحلے میں داخل ہو جائیں گے جس میں دونوں فریق براہ راست گفت وشنید کر سکیں گے۔ رابطہ کمیٹیوں کی مدد سے حکومت اور طالبان کے مذاکرات کی راہ ہموار کرنے کے لئے شروع کی گئی بات چیت پچھلے ماہ تحریک طالبان مہمند ایجنسی کی طرف سے فرنٹیئر کور کے 23 اہلکاروں کو قتل کرنے کے دعوے کے بعد سے تعطل کی شکار تھی۔ وزیر اعظم سے چار رکنی حکومتی مذاکراتی ٹیم کی ملاقات کی تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ واضح طور پر مذاکرات کی خواہش کی نفی پر مبنی بعض افسوسناک واقعات کے باوجود حکومت کی پوری کوشش یہ ہے کہ عجلت میں کوئی ناخوشگوار فیصلہ یا کارروائی کرنے سے بچا جائے اور شدت پسندوں کو مذاکرات کی میز پر لایا جائے چنانچہ طالبان کے ساتھ مذاکرات بحال کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے اور بعض اشاروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید ان سطور کی اشاعت کے وقت تک حکومتی کمیٹی اور طالبان کمیٹی کے درمیان ایک ملاقات ہو بھی چکی ہو۔ ظاہر ہے بات چیت اور افہام وتفہیم ہی وہ مناسب ومعقول طریقہ ہے جس پر کسی بھی قسم کی ناچاقی کی صورت میں ایک گھر کے مکینوں کو بالآخر آنا پڑتا ہے۔ ذرائع کے مطابق حکومتی ٹیم میں شامل کئی مذاکرات کاروں کا خیال تھا کہ ٹریک ٹو رابطے نے کامیابی کا ایک راستہ بنایا ہے اور اب مذاکرات کا وہ مرحلہ آگیا ہے جس میں حکومت اور طالبات براہ راست بات چیت کریں اور فوج کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ وزیر اعظم کی طرف سے اس تجویز کے قبول کئے جانے کے بعد توقع کی جاتی ہے کہ حکومت اور طالبان کی کمیٹیوں کی ملاقات میں اس تجویز پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوگا۔ اہم بات یہ ہے کہ امن بات چیت کی راہ میں نظر آنے والی بعض رکاوٹوں کو دور کرنے کی حکومت کی طرف سے کوشش کی گئی ہے جس کا طالبان کمیٹی کی طرف سے بھی خیر مقدم کیا گیا ہے اور امید ظاہر کی گئی ہے کہ بات چیت کا سلسلہ جلد شروع ہو کر کسی نتیجے پر پہنچ سکے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان میں تمام طبقات بدامنی کا خاتمہ چاہتے ہیں اور اس باب میں مذاکرات کو پہلا موقع دینے کی خواہش بھی رکھتے ہیں مگر امن بات چیت کو بامعنی اور نتیجہ خیز ہونا چاہئے، اس کی آڑ میں کسی بھی طرف سے کوئی چال نہیں چلی جانی چاہئے۔ اسلئے سنجیدہ نوعیت کے ان مذاکرات کو آگے بڑھانے کیلئے ریاستی اداروں کا کسی نہ کسی مرحلے میں ان میں شامل ہو جانا ایک لازمی امر دکھائی دیتا ہے۔ ان کی موقع پر موجودگی سے بروقت ان کا موقف سامنے آسکے گا اور زیادہ حقیقت پسندانہ گفتگو ممکن ہوگی۔ یہ معاملہ اتنا حساس اور سنجیدہ ہے کہ اس میں محض نظریاتی اور کتابی باتوں کو نہیں، عملی پہلوؤں کو سامنے رکھنا ضروری ہوگا۔ ماضی میں بھی اس نوع کے کئی مذاکرات ہو چکے ہیں اور معاہدے بھی ہوئے ہیں۔ ان میں سے کئی ایسے ہیں جن سے حالات کو بہتر بنانے میں مدد ملی۔ مگر کئی ایسے بھی ہیں جو دیرپا ثابت نہیں ہوئے۔ شدت پسند عناصر حکومت کو ان کی ناکامی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں جبکہ عمومی تاثر یہ ہے کہ تشدد کا راستہ اختیار کرنے والوں کو پرسکون زندگی کی طرف لانا ایک مشکل کام ہے۔ ایک نکتہ نظر یہ ہے کہ طالبان افغان ہوں یا پاکستانی، ملا عمر کو اپنا رہنما جانتے ہیں جن کی منشا ہو تو بظاہر ناممکن محسوس ہونے والے مذاکرات شروع بھی ہو سکتے ہیں اور کسی نتیجے تک پہنچ بھی سکتے ہیں۔ عوامی حلقوں کی اس رائے کو بہر طور نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے کہ مذاکرات کا عمل ان کے حقیقی جذبے کے ساتھ آگے بڑھنا چاہئے۔ توقع کی جانی چاہئے کہ اب مذاکرات کے ذریعے تلاش امن میں حکومت اور طالبان ساتھی بنیں گے تو ایک دوسرے کے اعتماد کا بھرم بھی رکھیں گے۔ ہم پہلے بھی ان سطور میں لکھ چکے ہیں کہ دوران مذاکرات خودکش حملوں اور بم دھماکوں کا سلسلہ چلا تو بات چیت کا آگے بڑھنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے طالبان کو ایسے واقعات پر لاتعلقی کے اظہار تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ حملہ آوروں کا ہاتھ روکنے میں حکومت کی مدد کرنی چاہئے۔ تاکہ امن کا خواب صحیح معنوں میں تعبیر آشنا ہو سکے۔

06-04-14 Jang

مذاکرات پر اتفاق: امن سب کی ضرورت

ملک میں قیام امن کے لئے مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھنے پر سیاسی اور عسکری قیادت کا اتفاق ظاہر کرتا ہے کہ اب تک کے نتائج امید افزاء ہیں اور مقتدر قوتیں اس عمل کے حتمی کامیابی تک پہنچنے کی توقع رکھتے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق جمعہ کے روز وزیر اعظم کی صدارت میں ہونے والے اعلیٰ سطحی اجلاس میں طالبان کے مطالبات پر غور کیا گیا بتایا گیا۔ اجلاس میں خطے کی صورت حال اور داخلی سلامتی سمیت کئی امور کا جائزہ لیا گیا اور مذاکرات کے حوالے سے آئندہ حکمت عملی تشکیل دی گئی۔ وفاقی وزیر داخلہ نے اجلاس کے شرکاء کو، جس میں آرمی چیف اور آئی ایس آئی کے سربراہ بھی شامل تھے، حکومت اور طالبان کے درمیان براہ راست ہونے والی بات چیت اور غیر عسکری طالبان کی رہائی کے معاملے پر معلومات فراہم کیں۔ آئی ایس آئی کے سربراہ نے بھی سلامتی کی صورت حال کے بارے میں شرکاء کو بریفنگ دی۔ طالبان سے مذاکرات کے آئندہ مرحلے کا ایجنڈا ابھی اس اجلاس میں طے پایا۔ حکومت کی جانب سے 19 غیر جنگجو طالبان کی رہائی بھی عمل میں لائی جا چکی ہے اگرچہ اطلاعات کے مطابق ان کے نام طالبان کی طرف سے دی گئی فہرست میں شامل نہیں تھے، اس کے باوجود حکومت کو توقع ہے کہ یہ اقدام خیر سگالی کے جذبات کو فروغ دینے کا سبب بنے گا۔ وزیر اطلاعات پرویز رشید نے بھی یقین دہانی کرائی ہے کہ جن طالبان قیدیوں کے خلاف کوئی ثبوت موجود نہیں انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ ان تفصیلات سے واضح ہے کہ حکومت اور عسکری قیادت دونوں مذاکراتی عمل میں پوری طرح سنجیدہ ہیں اور اسے کامیاب بنانے کی پوری کوشش ان کی جانب سے کی جا رہی ہے۔ دوسری طرف طالبان نے بھی جنگ بندی میں دس روز کی توسیع کا اعلان کیا ہے۔ اس اعلان سے طالبان کے ایک گروپ کے سربراہ کے حالیہ بیان سے پیدا ہونے والی تشویش کا وقتی طور پر ازالہ ہو گیا ہے۔ تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ مذاکرات کا اگلا مرحلہ فوری طور پر شروع کر کے جنگ بندی میں دونوں جانب سے معقول مدت کے لئے توسیع کا فیصلہ کیا جائے۔ طالبان کی جانب سے محض دس اپریل تک جنگ بندی کو خود طالبان کمیٹی کے ارکان نے بھی مایوس کن قرار دیا ہے۔ اس مرحلے پر ضروری ہے کہ دونوں طرف سے جو مطالبات تسلیم کر لئے جائیں ان پر جلد از جلد عمل کر کے کشیدگی کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس حوالے سے طالبان کی نمائندہ کمیٹی کے رکن پروفیسر ابراہیم کا یہ بیان حکومت کی فوری توجہ کا مستحق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پاک فوج کی کلیرنس کے باوجود بھی متعدد قیدی رہا نہیں ہوئے۔ انہوں نے غیر عسکری قیدیوں کے علاوہ عسکری قیدیوں کی رہائی کی ضرورت کا اظہار بھی کیا ہے۔ انہوں نے بجا طور پر امن عمل کو تیز کرنے پر زور دیا ہے تاکہ بدگمانی اور مایوسی سے بچتے ہوئے امن کی منزل کے حصول کے امکانات کو توانا کیا جا سکے۔ مذکرات کو کامیاب بنانے کے لئے تحریک طالبان کی مرکزی قیادت کو جذباتی اور متشددانہ رویوں کا اظہار کرنے والے گروپوں کو کنٹرول کرنا چاہئے۔ اس رویے کا ایک کھلا مظاہرہ مہمند ایجنسی کے طالبان کے قائد خالد خراسانی نے نومنتخب امیر جماعت اسلامی سراج الحق کو لکھے گئے خط میں کیا ہے۔ اس مکتوب میں کہا گیا ہے کہ اسلام جمہوری راستے سے نافذ نہیں ہو سکتا چنانچہ اس کے لئے عسکری جدوجہد ضروری ہے۔ یہ موقف پاکستان کے تمام دینی مکاتب فکر کے نمائندہ علمائے کرام کے موقف سے صریحاً متصادم ہے جنہوں نے اس ملک میں اسلامی دستور کی تیاری کے لئے رہنمائی کی اور قرارداد مقاصد کی منظوری سے موجودہ متفقہ آئین کی تیاری اور نفاذ تک دستور سازی کے ہر مرحلے میں براہ راست شریک رہے۔ اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بنا کر دنیا میں بھیجے گئے، ان کے ہاتھوں مدینے کی اسلامی ریاست خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر قائم ہوئی۔ پاکستان میں جمہوری ذرائع سے اپنا پیغام عام کرنے کی سہولت سب کو حاصل ہے، اسلامی حوالے سے آئین میں مزید اصلاحات کا راستہ کھلا ہوا ہے لہٰذا یہاں نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لئے عسکریت پسندی کی کوئی گنجائش نہیں، امن اس ملک میں سب کی ضرورت ہے اور اسی میں پوری قوم کی فلاح ہے۔

06-10-13 Jang

سب ایک صفحے پر!

ملک میں دہشت گردی کے خاتمہ کے حوالے سے حکومت اور عسکری قیادت میں مکمل اتفاق ہے۔ اے پی سی میں تمام سیاسی جماعتوں نے اس پر اتفاق کیا ہے اور متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ دہشت گردی کو ختم کرنے کے لئے پاکستانی طالبان سے مذاکرات کئے جائیں۔ جمعہ کو وزیراعظم میاں نواز شریف سے آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی کی ملاقات میں ایک بار پھر اس بات پر اتفاق ہوا کہ طالبان سے مذاکرات حکومت کی پہلی ترجیح رہے گی اور دہشت گردی کا ہر قیمت پر خاتمہ کیا جائے گا وزیراعظم کی آرمی چیف سے مذکورہ ملاقات کہوٹہ ایٹمی پلانٹ کے دورے کے موقع پر ہوئی۔ اس موقعہ پر اعلیٰ فوجی حکام نے وزیراعظم سے ملاقات کی۔ تفصیلات کے مطابق جنرل کیانی اور وزیراعظم نے طالبان سے مذاکرات سے متعلق حکمت عملی پر تبادلہ خیال کیا۔ عسکری قیادت نے ایک بار پھر وزیراعظم کو یقین دلایا کہ مسلح افواج چاہتی ہیں کہ بات چیت کے ذریعہ طالبان سے تمام معاملات طے کئے جائیں۔ ذرائع کے مطابق آرمی چیف نے وزیراعظم کو بتایا کہ کور کمانڈرز کے اجلاس میں بھی امن کے لئے سیاسی عمل کی مکمل حمایت کی گئی ہے۔ یہ انتہائی خوش آئند پیش رفت ہے کہ حکومت اور فوج طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے ایک صفحے پر ہیں اور سیاسی قیادت سمیت سب یہی چاہتے ہیں کہ دہشت گردی کے خاتمے اور ملک میں امن کی بحالی کے لئے طالبان سے مثبت اور موثر مذاکرات کئے جائیں۔ علما کرام اور مشائخ عظام کی جانب سے حکومت اور طالبان سے اللہ اور رسولؐ کے نام پر جنگ بندی کرنے اور مذاکرات کرنے کی جو اپیل کی گئی ہے اس کے بھی مثبت نتائج مرتب ہوئے ہیں۔ طالبان ہی نہیں عوام نے بھی اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ حکومت اور عسکری قیادت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مذاکرات کو اولین ترجیح قرار دیا جائے۔ یہ کہنا ہر صورت درست ہے کہ طاقت سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا اس کے لئے مکالمہ ہی درست راستہ ہے اور حکومت نہ صرف اس راستہ پر گامزن ہے بلکہ اسے تمام سیاسی جماعتوں اور فوج کی حمایت بھی حاصل ہے۔

07-03-14 Jang

فیصلہ ساز مذاکرات اور قتل وغارت!

حکومت اور طالبان کے درمیان امن مذاکرات کے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہونے کی اطلاعات جتنی حوصلہ افزا ہیں مختلف ناموں سے سامنے آنے والے گروپوں کے ریاستی اداروں پر حملوں کا تسلسل اتنا ہی حوصلہ شکن ہے۔ امن کی تلاش میں اگر دو فریق ساتھی بنے ہیں تو قتل وغارت کی سرگرمیوں کو کسی تیسرے فریق کی سازش کہہ کر بری الذمہ ہونا مناسب نہیں، جب تک اس فریق کی نشاندہی اور اس کا ہاتھ روکنے پر دونوں جانب سے تعاون ہوتا نظر نہیں آئے گا ان مذاکرات کی راہ میں مشکلات آتی رہیں گی۔ یکم مارچ کو طالبان کی طرف سے ایک ماہ کے لئے حملے روکنے کے اعلان اور مذاکرات میں پوری سنجیدگی سے حصہ لینے کے جذبے کے اظہار کے بعد وزیر اعظم نے فوج کو بعض حملوں کے جواب میں کی جانے والی کارروائی روکنے کا حکم دیدیا تھا مگر اس اچھی خبر کے ساتھ یکم مارچ ہی کو خیبر ایجنسی میں پولیو رضا کاروں کو سیکورٹی فراہم کرنے والے اہلکاروں پر یکے بعد دیگرے دو بم حملوں میں کم از کم 12 خاصہ داروں کی شہادت اور 11 کے زخمی ہونے کی افسوسناک خبر بھی قوم کو ملی۔ اس واقعہ کے دو دن بعد پیر 3 / مارچ کو اسلام آباد کچہری پر حملے کا واقعہ پیش آگیا جس میں سیشن جج اور کئی وکلا سمیت گیارہ افراد جاں بحق اور تین درجن زخمی ہوئے۔ اس کارروائی کی ذمہ داری احرار الہند نامی تنظیم نے قبول کی۔ ابھی اس سانحے میں نذر اجل ہونے والوں کا سوگ جاری ہی تھا کہ بدھ 5 / مارچ کو کرم ایجنسی میں فرنٹیئر کانسٹبلری کے قافلے پر ریموٹ کنٹرولڈ بم سے حملے کا واقعہ رونما ہوا جس میں کم سے کم 6 اہلکار شہید اور 8 زخمی ہوگئے۔ اس حملے کی ذمہ داری انصار المجاہدین نامی تنظیم نے قبول کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ ایف سی پر حملہ کر کے ڈرون حملوں میں نذر اجل ہونے والے قبائلیوں کا بدلہ لیا گیا ہے جبکہ جمرود میں دو افراد کو اور پشاور میں ایک پولیس اہلکار کو گولیوں کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا۔ ایف سی قافلے پر حملے کا واقعہ منگل کے حکومت کے طالبان کمیٹی سے مذاکرات بحال کرنے کے فیصلے کے بعد رونما ہوا۔ مذکورہ مذاکرات 23 ایف سی اہلکاروں کے قتل کے بعد سے معطل تھے۔ ان کی بحالی ایک بڑی اور جراتمندانہ پیش رفت تھی۔ وزیر اعظم نے سرکاری مذاکرات کاروں کی اس تجویز کو منظور کر لیا کہ مذاکراتی عمل میں سرکاری اداروں اور فوجی حکام کو شامل کیا جائے جس کے بعد بدھ کے روز اکوڑہ خٹک میں حکومتی کمیٹی اور طالبان کمیٹی کے درمیان ملاقات میں مشترکہ اعلامیے کے ذریعے واضح کیا گیا کہ امن مذاکرات فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں اور دونوں کمیٹیاں اس بات پر متفق ہیں کہ نئی حکمت عملی اور موثر لائحہ عمل طے کیا جائے۔ جمعرات کے روز دونوں کمیٹیوں کی وزیر اعظم نواز شریف سے ناشتے کی میز پر ملاقات کے بعد باخبر حلقوں کی طرف سے یہ امکان ظاہر کیا جا رہا ہے کہ وزیر اعظم طالبان سے مذاکرات کے لئے بہت جلد نئی کمیٹی تشکیل دیں گے جس کے فوکل پرسن وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خاں ہوں گے اور ارکان میں آئی ایس آئی، وفاقی حکومت اور خیبر پختونخوا کے نمائندے شامل ہوں گے۔ یقیناً یہ ایک اچھی پیش رفت ہے۔ ان ملاقاتوں اور بیانات میں دہشت گردی کے ان واقعات پر تشویش کا اظہار بھی کیا جا رہا ہے جو مذاکرات کے پہلو بہ پہلو جاری ہیں اور جن کے باعث مذاکرات کی افادیت کے بارے میں کئی سوالات اٹھ رہے ہیں۔ اس لئے فریقین پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پاکستانی عوام کو، جو دہشت گردی سے براہ راست متاثر ہوئے ہیں، اس بات پر مطمئن کریں کہ مذاکرات میں شامل فریق حملے روکنے سے متعلق اپنے وعدے شمالی اور جنوبی وزیرستان سے آ کر وارداتیں کرنے والے تمام گروپوں سے منوانے کے قابل ہے۔ طالبان نے مذاکرات کے ذریعے امن قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے تو ان کے سنجیدہ حلقوں کو ان گروپوں کے سرگرمیوں کا نوٹس لینا چاہئے جو جنگ بندی کے اعلان کے باوجود نت نئے ناموں سے وارداتیں کر کے ایسے سوالات کا موجب بن رہے ہیں جن کا جواب سامنے آنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس مرحلے پر کسی بھی قسم کا کنفیوژن برقرار رکھا جانا ملک دشمن قوتوں کو سازگار حالات فراہم کرنے کے مترادف ہوگا۔

07-04-14 Jang

گیند طالبان کی کورٹ میں؟

حکومت نے طالبان کے ساتھ مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے ، اعتماد سازی اور خیر سگالی کی فضا قائم کرنے کے لئے مزید 13 غیر عسکری طالبان قیدیوں کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا ہے جبکہ اس سے قبل مارچ میں 19 غیر عسکری قیدی رہا کئے جا چکے ہیں۔ حکومت نے طالبان کمیٹی سے کہا ہے کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی بہت سے غیر عسکری قیدی طالبان کے پاس بھی ہیں جن میں پروفیسر اجمل، یوسف رضا گیلانی اور سلمان تاثیر کے بیٹوں کے علاوہ متعدد غیر ملکی اور سرکاری ملازمین شامل ہیں۔ اس طرح اب گیند طالبان کے کورٹ میں ہے۔ ہفتہ کو حکومتی اور طالبان رابطہ کار کمیٹیوں کے اجلاس کے بعد وزیر داخلہ چودھری نثار نے کہا کہ معاملات مثبت انداز میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ مذاکرات کی فضا بن چکی ہے ان کا یہ کہنا درست ہے کہ 12 سال سے ملک کو جن مشکلات کا سامنا ہے ان سے نکلنے کے لئے بڑی سنجیدگی، مثبت سوچ اور صبر درکار ہے۔ مذاکرات کو تنقید کا نشانہ بنانے والے پچھلے چند ہفتوں پر نظر ڈالیں کہ کس حد تک دھماکوں میں کمی آئی ہے اور ملک میں امن کی فضا قائم ہوئی ہے۔ وزیر داخلہ کا کہنا ہے کہ مذاکرات کا اگلا دور آئندہ ہفتے شروع ہوگا جس میں اصل مسائل پر بات چیت ہوگی۔ ہم چاہتے ہیں کہ طالبان اب اصل نکات پر بات کریں تاہم وزیر داخلہ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ طالبان سے بات چیت آئین کے دائرہ کار میں رہ کر ہی کی جائے گی اور ملکی مفاد کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔ طالبان رابطہ کمیٹی کے سربراہ مولانا سمیع الحق کا بھی یہی کہنا ہے کہ دونوں اطراف سے مذاکرات کے لئے سازگار فضا بن چکی ہے۔ اس بارے میں دو رائے نہیں ہیں کہ ملک میں دہشت گردی کے خاتمہ اور امن کے قیام کے لئے مذاکرات کا راستہ اختیار کیا جائے اور اس حوالے سے حکومت کی جانب سے مثبت اور درست اقدام کئے گئے ہیں۔ اعتماد سازی اور خیر سگالی کی فضا قائم کرنے کے لئے طالبان سے غیر عسکری قیدیوں کو رہا کیا گیا ہے اور طالبان کی جانب سے ایسے ہی جواب کی توقع کی جا رہی ہے۔

SMS: #JEC (space) message & send to 8001

07-05-14 Jang

حکومت طالبان مذاکرات اور آئین کی بالادستی

وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے گزشتہ روز لندن سے وطن واپسی سے قبل ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ کچھ عناصر طالبان کے ساتھ جنگ بندی سے خوش نہیں ہیں۔ یہ عناصر ہمارے دوست ہیں نہ شاید تحریک طالبان کے۔ یہ ایسے عناصر ہیں جو معاملات کو بگاڑنا چاہتے ہیں اور امن کے مخالف ہیں۔ انہی عناصر نے سبزی منڈی اسلام آباد اور دیگر مقامات پر دھماکے کئے۔ ان کا کہنا تھا کہ سیکورٹی کے اس مسئلے پر قابو پانے کیلئے امن دشمن عناصر کا کھوج لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور حکومت مسلح افواج اور سیکورٹی ایجنسیاں قدم آگے بڑھا رہی ہیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں مذاکرات میں پیشرفت متوقع ہے۔ وزیراعظم نے آرمی چیف کے ایک حالیہ بیان کا بھی ذکر کیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ آئین ملک کی سپریم دستاویز ہے اور ہر ایک کو اس کا احترام کرنا چاہئے۔ وزیراعظم نے اس بیان کو درست قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس سے بہت سے ابہام دور ہو گئے ہیں۔ اصل میں جمہوریت کا مستقبل ہو، دہشت گردی کا خاتمہ ہو یا امن کا مسئلہ، آئین اور قانون کی سختی سے پابندی ہی ہمارے تمام معاملات کے پائیدار حل کی ضمانت ہے۔ آرمی چیف کے بیان کے بعد یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس معاملے میں حکومت اور فوج کا نقطہ نظر ایک ہی ہے۔ طالبان سے مذاکرات بھی آئین کے تابع ہیں۔ اگرچہ طالبان قیادت نے امن کیلئے ابھی تک اپنی شرائط باضابطہ طور پر پیش بھی نہیں کیں لیکن بعض حلقے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ طالبان کے بعض مطالبات آئین سے ماورا ہیں۔ اسی بنا پر امن مذاکرات صحیح سمت میں آگے نہیں بڑھ رہے۔ اسی بات کو بنیاد بنا کر بعض حلقے مذاکرات کی بجائے فوجی آپریشن کا آپشن استعمال کرنے کی باتیں بھی کر رہے ہیں۔ لیکن وفاقی وزیر اطلاعات پرویز رشید نے پیر کو پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے اس تاثر کی نفی کی اور واضح کر دیا ہے کہ طالبان نے کوئی غیر آئینی مطالبہ نہیں کیا نہ حکومت ایسا مطالبہ قبول کرے گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ فریقین امن و امان کیلئے سنجیدہ ہیں۔ طالبان کمیٹی کے سرکردہ رکن مولانا سمیع الحق نے بھی بتایا ہے کہ طالبان شوریٰ سے ان کا رابطہ قائم ہے اور امید ہے کہ مذاکراتی عمل جلد شروع ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت فوج اور طالبان قیادت امن چاہتی ہے اور اس کیلئے مذاکرات کی خواہش مند ہے۔ ملک کی سیاسی پارٹیوں نے اتفاق رائے سے حکومت کو مذاکرات کا مینڈیٹ دیا ہے۔ مگر بہت سی اندرونی اور بیرونی قوتیں مذاکراتی عمل کو سبوتاژ کرنے کیلئے مسلسل سازشیں کر رہی ہیں اور طالبان میں اندرونی اختلافات کو ہوا دے کر خودکش حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے اعتماد سازی کے عمل کو نقصان پہنچا رہی ہیں۔ پیر کو خیبر ایجنسی میں نیٹو سپلائی پر حملہ اور اتوار کو باجوڑ ایجنسی میں افغان علاقے سے پاک فوج پر فائرنگ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ حکومت اور طالبان دونوں کو جنگ بندی سے ناخوش ان عناصر پر کڑی نظر رکھنی چاہئے اور ان کی منفی سرگرمیوں کو ملک میں امن و امان کی بحالی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دینا چاہئے۔ طالبان کی جانب سے سیز فائر کے بعد ملک میں دہشت گردی کے واقعات میں جو کمی آئی تھی عوام نے اس پر سکھ کا سانس لیا تھا۔ وہ منتظر ہیں کہ مذاکراتی عمل کب مکمل ہو دہشت گردی اور خوف و ہراس کی فضا کب ختم ہو اور وہ پرامن ماحول میں اپنے معمولات کی طرف لوٹ آئیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے معاملات چٹکی بجاتے میں حل نہیں ہوتے لیکن مذاکرات کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے کوئی نظام الاوقات طے کر لیا جائے تو اس سے بے یقینی کی موجودہ کیفیت دور کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ اس سلسلے میں حکومتی اور طالبان کمیٹیوں کو فوری طور پر فعال بنانا چاہئے جو بات چیت میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو فریقین سے رابطوں کے ذریعے دور کریں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ حکومت اور طالبان میں براہ راست مذاکرات ہوں۔ دونوں اپنی اپنی شرائط مذاکرات کی میز پر رکھیں اور افہام و تفہیم کے ذریعے مسئلے کا حتمی حل نکالا جائے۔ ملک اس وقت کئی طرح کے بحرانوں سے دوچار ہے۔ ان میں بدامنی اور معاشی بدحالی سب سے خطرناک ہیں۔ ان پر قابو پانے کیلئے امن ہی سب سے اچھا راستہ ہے اور یہ مذاکرات سے ہی تلاش کیا جا سکتا ہے۔

08-02-14 Jang

مذاکرات کے فریم ورک پر اتفاق

حکومت اور طالبان کی مذاکراتی کمیٹیوں کے پہلے دور کے مذاکرات پر، جو جمعرات کو خیبر پختونخوا ہاؤس اسلام آباد میں ہوئے، دونوں جانب سے اظہار اطمینان کے باوجود پوری طرح واضح نہیں ہو سکا کہ ان کی بات چیت آگے چل کر کیا رخ اختیار کرے گی کیونکہ دونوں فریق ایک دوسرے کے دائرہ کار اور ارادوں کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار دکھائی دیئے لیکن امید افزا بات یہ ہے کہ بعض انتہائی اہم بنیادی نکات پر ان میں اتفاق رائے ہو گیا ہے۔ دونوں کمیٹیوں کے پہلے باضابطہ اجلاس کے بعد جو چار گھنٹے کے لگ بھگ جاری رہا ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں کہا گیا ہے کہ مذاکرات اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی حدود کے دائرے کے اندر کئے جائیں گے اور ان کا اطلاق پورے ملک پر نہیں بلکہ صرف شورش زدہ یعنی قبائلی علاقوں پر ہو گا۔ اجلاس میں دہشت گردی کی سرگرمیوں کی بھرپور مذمت کی گئی اور اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ ملکی امن و سلامتی کے منافی تمام پرتشدد کارروائیاں بند ہونی چاہئیں۔ حکومتی کمیٹی نے طالبان کی اعلیٰ قیادت سے جبکہ طالبان کمیٹی نے وزیراعظم، چیف آف آرمی اسٹاف اور ڈائریکٹر جنرل آئی ایس آئی سے ملاقات کرانے کا مطالبہ کیا۔ طالبان کمیٹی طالبان رہنماؤں سے ملنے اور انہیں حکومتی کمیٹی کے پیش کردہ نکات سے آگاہ کرنے کیلئے جلد وزیرستان جائے گی جس کے بعد دونوں کمیٹیوں کے مذاکرات دوبارہ شروع ہوں گے۔ پہلے اجلاس میں مذاکرات کے جس فریم ورک پر اتفاق ہوا ہے عمل بھی اس کی روح کے مطابق ہوا تو امید کی جاسکتی ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے تحفظات دور کر کے ایک پائیدار سمجھوتے پر پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ حکومت اور طالبان میں اس سے قبل بھی علاقائی نوعیت کے کئی سمجھوتے ہوئے مگر منفی قوتوں کی دخل اندازی کے باعث ان پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ اب جبکہ قیام امن کیلئے کمیٹیوں کی سطح پر ہمہ گیر مذاکرات کا آغاز ہو گیا ہے تو فریقین کو انہیں نتیجہ خیز بنانے کے لئے اپنے رویوں میں لچک کے ساتھ نہایت بردباری سے آگے بڑھنا ہو گا۔ حکومت پر بعض حلقوں کی جانب سے مسئلے کے فوجی حل کیلئے بہت دباؤ ڈالا گیا اور اب بھی ڈالا جا رہا ہے مگر ملک کی سیاسی اور عسکری قیادت نے خون خرابے سے بچنے کیلئے سیاسی حل کا راستہ اختیار کیا اور وزیراعظم کے بقول گیند اب طالبان کے کورٹ میں ہے۔ امن کیلئے ان کی شرائط پوری طرح ابھی سامنے نہیں آئیں۔ جو مطالبات اجلاس میں رکھے گئے ہیں وہ براہ راست طالبان کے نہیں بلکہ طالبان کمیٹی کے ہیں۔ طالبان نے انتہا پسندانہ رویہ اختیار کیا تو مذاکرات کی کامیابی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ طالبان کمیٹی کے ایک رکن نفاذ شریعت پر زور دے رہے ہیں۔ اگر طالبان قیادت کا یہی سب سے بڑا مطالبہ ہے تو اس کا حل آئین میں موجود ہے۔ شاید اسی لئے مشترکہ اعلامیہ میں اسے مطالبے کی صورت میں شامل کرنے سے گریز کیا گیا ہے اور آئین کے دائرے میں رہنے کی بات کی گئی ہے۔ فریقین نے ایک دوسرے کے مینڈیٹ کے بارے میں سوالات اٹھائے ہیں۔ حکومتی ٹیم میں وزیراعظم کے معاون خصوصی شامل ہیں جو حکومت ہی کے نمائندہ ہیں مگر طالبان کمیٹی میں طالبان قیادت کا کوئی رکن غالباً سکیورٹی خدشات کے پیش نظر شامل نہیں۔ اس کی بجائے ان کی مذاکراتی کمیٹی کی مدد کیلئے ایک نورکنی کمیٹی بنادی گئی ہے جو پورے مذاکراتی عمل کی بھی نگرانی کرے گی لیکن بہتر ہوتا کہ کمیٹیوں کی سطح پر ہونے والے مذاکرات میں طالبان کا کوئی حقیقی نمائندہ بھی شریک ہوتا یہ کمی اب بھی دور کی جاسکتی ہے تاکہ معاملات کی وضاحت مذاکرات کی میز پر زیادہ بہتر انداز میں ہو سکے۔ مشترکہ اعلامیہ میں بعض معاملات کا ذکر شاید اسلئے نہیں کیا گیا کہ وہ میڈیا کا موضوع نہ بن جائیں۔ یہ ایک اچھا فیصلہ ہے۔ میڈیا پر آنے سے مذاکرات مکالمے کی بجائے مناظرہ بن جاتے ہیں جس سے تلخیاں کم ہونے کی بجائے بڑھ جاتی ہیں۔ یہ بات بھی خوش آئند ہے کہ فریقین نے مذاکراتی عمل کو جلد مکمل کرنے کا عندیہ دیا ہے۔ اس سے عوام میں موجود اضطراب کم کرنے میں مدد ملے گی۔ ملک اور قوم کا مفاد اسی میں ہے کہ بات چیت جلد مکمل ہو اور اس کے نتائج غیر ضروری تاخیر کے بغیر عوام کے سامنے آجائیں۔

08-03-14 Jang

خفیہ مذاکرات۔ سوچ سمجھ کر!

ملک میں قیام امن کی راہ ہموار کرنے اور دہشت گردی کے خاتمے کے لئے ابتدائی رابطے مکمل کرنے کے بعد جمعرات کو حکومتی اور طالبان کمیٹیوں کے ارکان نے وزیراعظم میاں نواز شریف سے ملاقات کی جس میں مذاکراتی عمل آگے بڑھانے، دہشت گردی کے واقعات کی روک تھام، ان واقعات کے ذمہ داروں کے تعین اور مستقبل کے لائحہ عمل پر تفصیلی تبادلہ خیال کے بعد بعض ایسے فیصلے کئے گئے جن پر عملدرآمد کے لئے انتہائی احتیاط اور گہرے غور و فکر کی ضرورت ہوگی سب سے اہم فیصلہ طالبان سے براہ راست خفیہ مذاکرات شروع کرنے کا ہے یہ فیصلہ بھی ہوا کہ موجودہ حکومتی کمیٹی رابطہ کار کے طور پر کام کرتی رہے گی البتہ طالبان سے بات چیت کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے پارلیمانی سطح کی ایک اور بااختیار کمیٹی قائم کی جائے گی جس میں وفاقی حکومت، خیبر پختونخوا کی صوبائی حکومت اور فوج کا ایک ایک نمائندہ بھی شامل کیا جائے گا وزیراعظم مذاکراتی عمل کی خود نگرانی کریں گے جبکہ وزیر داخلہ فوکل پرسن ہوں گے وزیراعظم نے کمیٹیوں کے ارکان سے گفتگو کے دوران اس عزم کا اظہار کیا کہ پاکستان کو ہر قسم کی دہشت گردی سے پاک کرکے عوام کے جان و مال کا تحفظ یقینی بنانا اور امن قائم کرنا ان کی اولین ترجیح ہے اور اس سلسلے میں ان کی خواہش اور کوشش ہے کہ آپریشن کی نوبت نہ آئے طالبان سے حکومت کے براہ راست مذاکرات کی ضرورت تو روز اول سے ہی محسوس کی جارہی تھی مگر انہیں خفیہ رکھنے کی موافقت اور مخالفت میں سیاسی حلقوں اور تجزیہ کاروں کے پاس کافی دلائل موجود ہیں خفیہ مذاکرات کے حامی سمجھتے ہیں کہ کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے بات چیت کی تفصیلات افشا ہونے سے بحث و تکرار کا دروازہ کھل جاتا ہے جس سے مذاکرات کی روح کو نقصان پہنچتا ہے جبکہ دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ ملکی سلامتی اور یکجہتی جیسے معاملات پر ہونے والی بات چیت سے عوام کو بے خبر رکھنا اور اپوزیشن کو اعتماد میں لے کر نہ چلنا قومی مفاد میں نہیں ہے اس سے قیاس آرائیاں جنم لیتی ہیں جو زیادہ نقصان دہ ہیں بہر صورت میڈیا کی آزادی کے اس دور میں یہ قطعی طور پر ممکن نہیں کہ مذاکرات پوری طرح خفیہ رہ سکیں۔ میڈیا اپنے ذرائع سے خبریں تو عوام تک پہنچاتا رہے گا اس لئے خفیہ مذاکرات کی افادیت محل نظر ہو سکتی ہے ماضی میں کئی معاہدے خفیہ مذاکرات ہی کے نتیجے میں ہوئے مگر وقت گزرنے کے ساتھ کسی نہ کسی فریق کی عدم پاسداری کے باعث ہوا میں تحلیل ہوگئے ایک اور مسئلہ مذاکرات میں فوج کی شمولیت ہے اس کے حق میں یہ دلیل دی جارہی ہے کہ سکیورٹی مفادات کا تعلق براہ راست فوج سے ہے حقائق کا زیادہ علم اسی کو ہوتا ہے وہی فیصلوں پر عملدرآمد کی ذمہ دار ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ وہ مذاکرات کا حصہ بنے۔ اس کے خلاف یہ دلیل دی جاتی ہے کہ فوج پہلے بھی معاہدے کرتی رہی ایسے 12 میں سے مبینہ طور پر صرف دو معاہدوں پر عمل ہوا باقی ایک ایک کرکے ٹوٹ گئے حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی سمجھوتے کی کامیابی کے لئے فوج کے عملی تعاون کے ساتھ ساتھ سیاسی عزم اور قوم کی اجتماعی شرکت نہایت ضروری ہے اصل صورت حال کا علم تو حکومت اور دفاعی اداروں کو ہوگا لیکن جو حقائق قوم کے سامنے ظاہر ہوتے رہے ان سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سیاسی اور عسکری قیادت اس معاملے میں ایک ہی صفحے پر ہے وزیراعظم کی فوجی سربراہ سے ملاقاتیں اتفاق رائے کے حصول کے لئے ہی ہوتی رہی ہیں بہر طور مذاکرات کو خفیہ رکھنا اور ان میں فوج کی نمائندگی کے مسائل گہرے غور و فکر کے متقاضی ہیں اور حتمی فیصلے سوچ سمجھ کر ہی کرنے چاہئیں وزیراعظم کی یہ خواہش بھی قابل تحسین ہے کہ دہشت گردی پر امن مذاکرات کے ذریعے ختم ہونی چاہئے اور ان کی کوشش ہے کہ آپریشن کی نوبت نہ آئے مگر ان کی یہ خواہش اسی صورت میں پوری ہوسکتی ہے جب دوسرا فریق بھی اپنے رویئے میں لچک پیدا کرے خاص طور پر جو عناصر مذاکرات کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں انہیں ناکام بنانا حکومت کی ہی نہیں طالبان کی بھی ذمہ داری ہے دونوں کو مل کر اس سلسلے میں پیدا ہونے والی رکاوٹیں پوری قوت سے دور کرنی چاہئیں۔ تاکہ ملک کو امن و استحکام نصیب ہوسکے۔

08-08-13 Jang

دہشت گردی: فیصلوں میں تاخیر نہ کریں

پاکستان میں علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ منافرت کی آگ بھڑکانے اور امن وامان کی صورت حال کو خراب سے خراب تر کرنے کی مذموم کوششیں مسلسل جاری ہیں۔ ہر چند روز بعد اس نوعیت کا کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے اور پرانے زخم بھی ہرے کر جاتا ہے۔ پیر اور منگل کی درمیانی شب، بلوچستان کے علاقے مچھ میں عینی شاہدین کے مطابق فوجی وردی میں ملبوس دو سو کے قریب نامعلوم مسلح افراد نے پنجاب جانے والی آٹھ مسافر بسوں کو روکا اور فائرنگ کر کے 14 افراد کو نذر اجل کر دیا۔ قتل و غارت کی سرگرمیوں میں ملوث ایک مقامی گروپ کے ترجمان نے برطانوی نشریاتی ادارے کو فون کر کے واقعے کی ذمے داری قبول کر لی ہے۔ منگل ہی کے روز صوبہ پختون خوا میں چلاس کے مقام پر نامعلوم مسلح افراد نے گھات لگا کر ایک پولیس افسر کی گاڑی پر اندھا دھند فائرنگ کی جس کے نتیجے میں پاک فوج کے ایک کرنل، ایک کیپٹن اور ایس ایس پی دیامر شہید ہو گئے۔ اس واردات کی ذمے داری تحریک طالبان پاکستان نے قبول کر لی ہے۔ یہ تینوں افسران سانحہ نانگا پربت کی تحقیقات پر مامور تھے جس میں تحریک طالبان کی جانب سے چین اور دوسرے کئی ملکوں کے سیاحوں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ ان واقعات میں ملوث عناصر خواہ خود پاکستان دشمن ہوں یا نادانستہ طور پر پاکستان دشمن طاقتوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہوں یا فکری گمراہی اور غلط سوچ کے سبب ملک میں دہشت گردی کے فروغ میں ملوث ہو گئے ہوں ان پر قابو پانا، انہیں راہ راست پر لانا یا کیفر کردار کو پہنچانا بہرصورت اُن لوگوں کی ذمے داری ہے جنہیں قوم نے منتخب کر کے اقتدار کے ایوانوں میں پہنچایا ہے اور پالیسی سازی اور فیصلے کرنے کا اختیار دیا ہے۔ دہشت گردی اور خوں ریزی کے خاتمے کیلئے جن قوتوں سے بات چیت ضروری ہو ان سے مذاکرات کا عمل بلا تاخیر شروع کیا جانا چاہیے اور جن کے خلاف فیصلہ کن کارروائی ناگزیر ہو ان کے خلاف نتیجہ خیز اقدام میں بھی حتی الامکان دیر نہیں کی جانی چاہیے کیونکہ امن وامان کی صورت حال پر قابو پائے بغیر قومی زندگی کے کسی شعبے میں بھی کوئی بہتری ممکن نہیں۔

09-02-14-Jang

حکومت طالبان مذاکرات : مثبت اور منفی اشارے

حکومت طالبان مذاکرات میں اب تک کی پیش رفت سے بات چیت کے بحران کا شکار ہونے کا تاثر اجاگر ہوتا ہے۔ لیکن یہ مذاکرات جس قدر پیچیدہ اور تہ در تہ مشکلات کے حامل ہیں اس کے پیش نظر ان کے فوری طور پر خط مستقیم کی صورت میں چلنے کی پیشگوئی کی ہی نہیں جاسکتی کیونکہ ایسے مذاکرات میں نشیب و فراز کا آنا ناگزیر ہوتا ہے، مولانا عبدالعزیز اور ترجمان طالبان کی جانب سے جو یہ کہا گیا ہے کہ مذاکرات قرآن و سنت کے مطابق ہونگے اور اس کے علاوہ وہ اور کسی قانون کو نہیں مانتے تو اس ضمن میں ہماری رائے یہ ہے کہ آئین پاکستان میں اس امر کی ضمانت دی گئی ہے کہ وطن عزیز میں کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل بھی اسی مقصد کی خاطر عمل میں لائی گئی ہے کہ اگر کسی قانون کی شرعی حیثیت کے بارے میں کوئی ابہام یا کوئی اشکال موجود ہو تو اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل سے رہنمائی لی جائے۔ اگر طالبان اس امر پر مصر رہیں کہ قرآن و سنت اور شریعت کی صرف وہی تعبیر و تشریح مانی جائے جو وہ کرتے ہیں تو مذاکرات کا کسی واضح نتیجے پر پہنچنا مشکل ہو جائیگا کیونکہ اگر طالبان شریعت کی صرف اپنی تعبیر ہی کو آخری و حتمی مانیں اور اس کی روشنی میں بنائے گئے قوانین کو دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کریں تو خدشہ ہے کہ اس انداز فکر سے اتفاق کرنا پاکستانیوں کے مختلف مکاتب و مسالک کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ اسلئے ضروری ہے کہ دونوں فریق ملک کے آئین اور پاکستانی ریاست کی عملداری کو تسلیم کرکے آگے بڑھیں اور اس حقیقت کو بھی اپنے سامنے رکھیں کہ ترکی میں عثمانی دور خلافت کے قوانین ہوں یا کسی اور ملک میں قرآن و سنت کی بالادستی ہو، تمام صورتوں میں نظام کو تابع شریعت اور درپیش مسائل کی ضرورتوں کے مطابق قواعد مدون کرنے کی ضرورت پڑی ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ ایک متفقہ اصولی مذاکراتی ایجنڈا تیار کرنے کے بعد قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا معاملہ اسلامی نظریاتی کونسل اور شرعی عدالتوں کے سپرد کیا جائے۔ ان اداروں کی ہیئت سمیت بہت سے معاملات بات چیت کے ذریعے طے کئے جاسکتے ہیں۔

09-03-14 Jang

کنفیوژن سے کیسے نکلیں؟

طالبان سے مذاکرات کی نوعیت، بات چیت میں فوج کی نمائندگی اور آپریشن کے حوالے سے مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آرہے ہیں۔ وفاقی وزیر دفاع خواجہ محمد آصف نے کہا ہے کہ اگر طالبان نے جنگ بندی کی مزید خلاف ورزی کی تو اس ماہ فوجی آپریشن ہوسکتا ہے اور اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ حکومتی کمیٹی میں فوج کے نمائندوں کی شمولیت سے قائد حزب اختلاف خورشید شاہ سمیت کئی سیاسی رہنما اتفاق نہیں کرتے جبکہ حکومتی ذرائع کا کہنا ہے کہ طالبان سے مذاکرات کا ایجنڈا فوج طے نہیں کرے گی۔ جماعت اسلامی کے امیر منور حسن نے کہا ہے کہ مذاکرات کی کامیابی کے لئے اب حکومت نے درست ٹریک اختیار کیا ہے۔ وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار کا کہنا ہے کہ حکومتی مذاکراتی کمیٹی کا جلد اعلان کیا جائے گا اور آئندہ ہفتہ مذاکرات کا باقاعدہ آغاز کردیا جائے گا۔ مولانا سمیع الحق کہتے ہیں کہ طالبان کے خلاف آپریشن کیا گیا تو دس سال میں بھی امن قائم نہیں ہوگا۔ اہم بات یہ ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف قبائلی علاقوں سمیت ملک بھر میں امن وامان کی فضا قائم کرنا چاہتے ہیں اور اسکے لئے کوئی بھی دوسرا راستہ اختیار کرنے سے پہلے بات چیت کو پہلا موقع دینا چاہتے ہیں جہاں تک فوج کا تعلق ہے وہ حکومت کے احکامات کے مطابق آپریشن کرنے یا اس سے اجتناب کرنے پر پہلے بھی عمل پیرا تھی اور اب بھی وہ حکومت کے فیصلوں پر عمل کرنے کی پابند ہے۔ اسلئے مذاکرات اور فوجی نمائندوں کی حکومتی کمیٹی میں شمولیت کے بارے میں جو کنفیوژن پیدا کیا جارہا ہے وہ قطعاً غیر ضروری ہے۔ آل پارٹیز کانفرنس میں وزیر اعظم کو قیام امن کیلئے مذاکرات کرنے یا بصورت دیگر آپریشن کرنے کا مینڈیٹ دیا گیا تھا جس کے بموجب حکومت اور طالبان کی کمیٹیوں کے رابطوں کے لئے ذریعے براہ راست مذاکرات کی راہ ہموار کی گئی مگر ایف سی کے 23 جوانوں کے بہیمانہ قتل کے بعد طالبان کے ٹھکانوں پر فضائی حملے ناگزیر ہوگئے تو طالبان کی خواہش پر مذاکرات کا ڈول پھر ڈالا گیا ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ کنفیوژن دور کیا جائے اور تمام پارلیمانی لیڈروں کو اعتماد میں لے کر واضح موقف اختیار کیا جائے۔

09-11-13 Jang

نیا طالبان امیر: وسوسے اور اندیشے

امن مذاکرات کے شدید مخالف اور حکیم اللہ محسود کی ہلاکت کا پاکستان سے سخت بدلہ لینے کی نیت رکھنے والے ملا فضل اللہ کے پاکستانی طالبان کا امیر منتخب ہونے کے بعد بات چیت کے ذریعے ملک میں دہشت گردی کے خاتمے اور امن و امان کے قیام کی حکومتی کوششیں مزید مشکلات کا شکار ہوگئی ہیں۔ ملا فضل اللہ کا انتخاب طالبان کی شوریٰ نے کیا جس کا اجلاس مبینہ طور افغانستان کے کسی مقام پر ہوا کیونکہ سرحد کے اس جانب اس کا انعقاد حفاظتی نکتہ نظر سے غیر محفوظ سمجھا گیا۔ ملا فضل اللہ سوات کے بندوبستی علاقے کے رہنے والے ہیں اور وہاں سے فوجی آپریشن کے بعد افغانستان چلے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آج کل وہ نورستان میں مقیم ہیں اور وہیں سے پاکستان میں طالبان کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔ وہ محسود قبیلے سے باہر طالبان کے پہلے سربراہ ہیں۔ اس سے پہلے طالبان کے جتنے بھی امیر ہوئے ان کا تعلق شمالی وزیرستان کے غیر بندوبستی قبائلی علاقے سے ہوتا تھا اور وہ سب محسود قبائل سے تعلق رکھتے تھے خالد حقانی جو نائب امیر منتخب ہوئے ہیں کا تعلق بھی کسی شورش زدہ قبائلی ایجنسی کی بجائے خیبر پختونخوا کے ضلع صوابی سے ہے۔ اس طرح طالبان کی قیادت وقتی طور پر قبائلی جنگجوؤں کے ہاتھ سے نکل گئی ہے جو آگے چل کر طالبان تحریک میں شکست وریخت کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ تاہم اس وقت سخت گیر موقف رکھنے والوں کو بالادستی حاصل ہوگئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ شوریٰ کے اجلاس میں پاکستان کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ ملا فضل اللہ نے طالبان کمانڈروں کو سخت وارننگ دی کہ ان میں سے کسی کے حکومت پاکستان سے رابطوں کا پتہ چلا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ ان کے غصیلے اور پرجوش خطاب کے بعد شوریٰ نے متفقہ فیصلہ کیا کہ حکومت سے مذاکرات نہیں کئے جائیں گے۔ ملا فضل اللہ نے کئی دوسری ہلاکت خیزیوں کے علاوہ میجر جنرل ثناء اللہ نیازی کی شہادت کے واقعے کی بھی ذمہ داری قبول کی تھی اور اعلان کیا تھا کہ ان کا اگلا ٹارگٹ جنرل کیانی اور پشاور کے کور کمانڈر ہوں گے۔ اس سے ان کے عزائم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اپنے انتخاب کے فوری بعد امریکی میڈیا کو دیئے گئے انٹرویو میں انہوں نے دوٹوک اعلان کیا کہ حکومت پاکستان سے کسی طرح کے مذاکرات نہیں ہوں گے۔ اطلاعات کے مطابق شوریٰ کے اجلاس میں وہ کمانڈر بھی خاموش رہے جو اس سے قبل مذاکرات کے حامی تھے۔ اس سے اس مجموعی تاثر کو تقویت ملی ہے کہ طالبان کی اکثریت مذاکرت چاہتی ہے نہ امن میں دلچسپی رکھتی ہے۔ طالبان کی نئی شدت پسند قیادت آنے کے بعد مذاکرتی عمل میں پیش رفت کے امکانات معدوم ہوتے نظر آرہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ آگے چل کر تشدد کے واقعات میں مزید تیزی آئے گی۔ قوم کو اس صورتحال سے بچانے کے لئے حکومت کو نئی حکمت عملی پر سوچ بچار کرنا ہوگا۔ پاکستان مذاکرات کے ذریعے امن چاہتا ہے اور اپنا یہ موقف امریکا سمیت ساری عالمی برادری اور طالبان پر واضح کر چکا ہے۔ یہ صرف حکومت نہیں بلکہ پوری قوم کا موقف ہے اور تمام سیاسی جماعتوں نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ حکیم اللہ محسود کی ہلاکت کے واقعے کے بعد بھی توقع تھی کہ ڈرون حملوں کے بارے میں حکومت کے دوٹوک موقف کو مدنظر رکھتے ہوئے ''عقاب'' طالبان کی پالیسیوں پر غالب نہیں آئیں گے اور ''فاختاؤں'' کو اپنا کردار ادا کرنے کا موقع ملے گا مگر ایسا ہوتا نظر نہیں آتا۔ حکومت کی ترجیح اب بھی بجا طور پر پرامن مذاکرات ہی ہیں اور اس مقصد کے لئے وہ مولانا فضل الرحمان سے رابطہ میں ہے جو طالبان کو بات چیت کی میز پر لانے کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ لیکن مذاکراتی عمل میں رکاوٹ پڑتی ہے تو دیکھنا ہوگا کہ ریاست کے لئے اور کیا آپشن رہ جاتا ہے۔ کیا یہ آپشن فوجی آپریشن ہوگا؟ یا ان کو موقع دینے کی گنجائش باقی ہے؟ اس سے پہلے کہ کوئی انتقام کے شعلے بھڑکا دے، حکومت کو اس بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا اور تمام اسٹیک ہولڈرز کی مشاورت سے جلد کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔ ملک اور قوم کا مستقبل محفوظ و مامون بنانے کے لئے غیر جذباتی لیکن فیصلہ کن اقدامات اٹھانے کا وقت آگیا ہے۔ اس معاملے میں غیر ضروری تاخیر مناسب نہیں ہوگی۔

10-02-14 Jang

مذاکرات کی گاڑی منزل تک پہنچائیں

ملک میں قیام امن کے لئے حکومت پاکستان اور تحریک طالبان کے درمیان مذاکرات کا عمل تقریباً ایک عشرے سے جاری خوں ریزی کے بعد شروع ہوا ہے۔لہٰذا پوری قوم کی آرزو ہے کہ یہ عمل جلد کامیابی کی منزل تک پہنچے، امن وامان پوری طرح اور پائیدار بنیادوں پر بحال ہو، قومی تعمیر وترقی کے راستے کی رکاوٹیں دور ہوں اور یہ ملک جن اعلیٰ اقدار کی ترویج اور جن عظیم مقاصد کے لئے قائم کیا گیا تھا وہ عملی حقیقت کی شکل اختیار کرسکیں۔باہمی اختلافات کو طاقت کے بجائے بات چیت سے حل کرنے کا فیصلہ گزشتہ ستمبر میں مسلم لیگ (ن) کی موجودہ وفاقی حکومت کی جانب سے بلائی گئی کل جماعتی کانفرنس میں ملک کی پوری سیاسی اور عسکری قیادت نے متفقہ طور پر کیا تھا۔اس سے پہلے پیپلزپارٹی اور اتحادی جماعتوں کی مخلوط حکومت میں بھی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے شمالی علاقوں میں فوجی کارروائی بند کرکے مذاکرات کا راستہ اختیار کرنے کی قرارداد مکمل اتفاق رائے سے منظور کی تھی۔لہٰذا اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ پوری قوم کا اجتماعی فیصلہ ہے اور اس کے خلاف سنائی دینے والی اکا دکا آوازوں کی حیثیت انفرادی رائے سے زیادہ نہیں۔یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ مذاکرات کے ذریعے اختلافات کے خاتمے اور امن کے قیام کی منزل کے حاصل ہوجانے میں سب کی بہتری ہے۔اس کے مقابلے میں فوجی آپریشن کا راستہ سنگین خطرات سے بھرا ہوا ہے۔اسی لئے پوری دنیا میں طاقت کے بجائے بات چیت سے اختلافات کو حل کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔اس لئے ملک میں قیام امن کے لئے شروع ہونے والے موجودہ مذاکراتی عمل کو دونوں جانب سے حتمی کامیابی کی منزل تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی جانی چاہئے۔جذباتی رویوں، جلد بازی اور مشتعل مزاجی سے قطعی گریز کیا جانا چاہئے۔یہ بات باعث اطمینان ہے کہ وزیراعظم میاں نوازشریف نے مذاکرات کی سمت کو درست اور حکومتی کمیٹی کو پوری طرح بااختیار قرار دیا ہے۔ان کا یہ کہنا بھی حقیقت کے مطابق ہے کہ ملک میں دہشت گردی اور فرقہ واریت سابقہ ادوار کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔اس تناظر میں بات چیت کے لئے سازگار ماحول کی تشکیل کی فریقین اور پوری قوم کی جانب سے قدر کی جانی چاہئے اور کوئی بھی ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جس سے مذاکرات میں رکاوٹ پیدا ہو۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے اور کسی بھی جانب سے ناقابل عمل مطالبات نہ کیے جائیں۔طالبان کی نمائندہ کمیٹی کے رکن مولانا عبدالعزیز کی جانب سے ملک کے آئین کو غیر اسلامی قرار دیا جانا اور اپنے موقف کے مطابق نفاذ شریعت پر اصرار، خود طالبان کا مطالبہ بھی نہیں تھا۔تاہم اس کے نتیجے میں بات چیت کے عمل میں ابتداء ہی میں رخنہ پڑ گیا جسے سلجھانے کے لئے ثالثی کمیٹی کو وزیرستان جانا پڑا ہے۔یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ تمام دینی مکاتب فکر کی سیاسی جماعتیں اسی آئین کے تحت انتخابات میں حصہ لیتی اور پارلیمنٹ کا حصہ بنتی چلی آرہی ہیں۔بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے آئین میں مزید اصلاحات کی ضرورت ہے لیکن اس کا راستہ بھی آئین ہی میں موجود ہے۔قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی آئین کی رو سے ممنوع ہے جبکہ کوئی بھی شہری کسی بھی ایسے قانون کو جو اس کی نظر میں اسلام کے منافی ہو، شریعت عدالت میں چیلنج کرسکتا ہے۔مفتی تقی عثمانی جیسے جید اور تمام مکاتب فکر میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جانے والے عالم دین طویل مدت تک شرعی عدالت کے جج رہے ہیں اور حال ہی میں انہیں اسٹیٹ بینک کا ڈپٹی گورنر مقرر کیا گیا ہے تاکہ ملک کو سودی نظام سے پاک کرنے کے لئے پیش رفت تیز کی جاسکے۔یہ شواہد ثابت کرتے ہیں کہ پاکستان کی منزل مکمل نفاذ شریعت ہے جس کا طریق کار متفقہ آئین میں طے کردیا گیا ہے۔پاکستان کو دہشت گردی کے چیلنج سے نکال کر ہی اس منزل کی جانب پیش قدمی تیز کی جاسکتی ہے۔اس لئے قیام امن کے لئے جاری کوششوں کو کامیاب بنانے اور مذاکرات کی گاڑی کو منزل تک پہنچانے کی دونوں جانب سے ہر ممکن کوشش کی جانی چاہئے اور ایسے ہر عمل، تبصرے اور اقدام سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے جو مذاکرات پر منفی اثر ڈالنے کا سبب بن سکتا ہو۔

11-02-14 Jang

مذاکرات سے توقعات

قیام امن کے لیے جاری مذاکراتی عمل میں گزشتہ روز ہونے والی پیش رفت اس اعتبار سے خاصی حوصلہ افزا ہے کہ تحریک طالبان کی قیادت نے ملک کے آئین کی اسلامی حیثیت کو تسلیم کرکے اس کے دائرے میں رہتے ہوئے مذاکرات جاری رکھنے پر کھلے دل سے آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ اس سے پہلے طالبان کی نمائندہ کمیٹی کے رکن مولانا عبدالعزیز نے پاکستان کے آئین کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے اس کے تحت مذاکرات جاری رکھنے سے انکار کردیا تھا جس کی بناء پر کمیٹی کے دو ارکان کو دیگر امور پر مشاورت کے علاوہ اس معاملے کو بھی سلجھانے کے لئے وزیرستان جانا پڑا۔ تاہم طالبان قیادت نے حقیقت پسندی سے کام لیا اور مذاکرات کی راہ میں شروع ہی میں حائل ہوجانے والی اس رکاوٹ کو خوش اسلوبی سے دور کردیا۔ اس سے یہ امید پیدا ہوگئی ہے کہ ملک میں قیام امن کا خواب جلد ہی حقیقت بن سکے گا۔ مولانا عبدالعزیز کو بھی اب اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے بعد مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے کے لئے دونوں جانب سے جنگ بندی کا اعلان اور اس پر عمل درآمد ناگزیر ہے۔ مذاکرات میں طالبان قیادت کا اصرار تھا کہ اس کے لیے طالبان قیدیوں کی رہائی کا سلسلہ شروع کیا جانا ضروری ہے۔ بظاہر ایسے افراد کی رہائی کی شکل میں اس سلسلے کو شروع کرنے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی جن پر سنگین الزامات نہیں ہیں۔ اس لئے حکومت کو اس مطالبے کا جائزہ لینا چاہئے۔ مذاکرات کے دوران ڈرون طیاروں کی بار بار آمد اور اس طرح مذاکراتی عمل میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کا ہرگز کوئی جواز نہیں تھا۔ وزیر داخلہ نے بالکل درست کہا ہے کہ مذاکرات کو کسی تیسری طاقت کی جانب سے سبوتاژ کرنے کی کوشش کو پاکستان دشمنی تصور کیا جائے گا۔ حکومت پاکستان کو ایسے خطرات کی روک تھام کے لئے تمام ممکنہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں جبکہ طالبان سمیت پوری قوم کو طے کرلینا چاہئے کہ ایسی کوئی کارروائی عمل میں آئی تو اسے مذاکراتی عمل میں تعطل کا سبب نہیں بننے دیا جائے گا اور کارروائی کی ذمے دار طاقت کے خلاف متفقہ طور پر سخت ردعمل کا اظہار کیا جائے گا۔

11-04-14 Jang

خفیہ ہاتھ بے نقاب کریں!

طالبان کی جانب سے سیز فائر کے اعلان کے بعد عوام نے سکھ کا سانس لیا تھا اور توقع پیدا ہوئی تھی کہ ملک امن و سکون کی طرف لوٹ آئے گا لیکن حکومت طالبان مذاکراتی عمل کے دوران پہلے پشاور، اسلام آباد کچہری، جعفر ایکسپریس اور اب اسلام آباد کی سبزی منڈی میں ہونے والے دھماکوں اور ان میں ایک سو سے زائد انسانی جانوں کے اتلاف نے نہ صرف سکیورٹی اداروں کی اہلیت بلکہ امن مذاکرات کے نتیجہ خیز ہونے کے بارے میں بھی کئی پریشان کن سوالات اٹھادیئے ہیں۔ بدھ کو سبزی منڈی اسلام آباد میں امرود کی پیٹیوں کی نیلامی ہو رہی تھی کہ ان میں رکھا گیا 5 کلو وزنی بارود کا دھماکہ ہوا جس سے 24 افراد جاں بحق اور 116 زخمی ہوگئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسی طرح کا ایک دلگداز سانحہ ستمبر 2000 میں بھی اس وقت پیش آیا تھا جب یہاں ٹرکوں سے انگور کی پیٹیاں اتاری جارہی تھیں اور ایک پیٹی میں رکھا ہوا دھماکہ خیز مواد پھٹنے سے 35 غریب مزدور اور خریدار جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ سکیورٹی ایجنسیاں اس واقعے کے بعد سبزیوں اور پھلوں میں چھپائے ہوئے بارودی مواد کے ذریعے انسانی جانیں لینے کا کھیل ناممکن بنا دیتیں مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہیں اور چودہ سال بعد پھر اسی طرح کا حادثہ رونما ہوگیا۔ دھماکہ کی جگہ کا معائنہ کرنے کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کا کہنا تھا کہ سبزی منڈی میں روزانہ تین سو سے زائد گاڑیاں آتی ہیں، ان میں سے ہر ایک کو چیک کرنا عملی طور پر ممکن نہیں۔ اس کے لئے جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے۔ سابق حکومت نے ایک ارب روپے کے سکینر منگوائے تھے لیکن ان میں بارودی مواد کا پتہ چلانے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اگر یہ بات درست ہے اور وزیر داخلہ اس کی تصدیق کرتے ہیں تو یہ سکیورٹی ایجنسیوں کے علاوہ حکومت کی نااہلی کا بھی ثبوت ہے اور سابق وزیر داخلہ رحمن ملک کا یہ مطالبہ صحیح ہے کہ اس کی عدالتی تحقیقات ہونی چاہئے۔ اس موقع پر اپوزیشن لیڈر سید خورشید شاہ کا یہ سوال توجہ کے لائق ہے کہ دھماکے طالبان نہیں کر رہے تو پھر ان میں کون ملوث ہے؟ یہ سوال ہر پاکستانی کے ذہن کو الجھا رہا ہے۔ سبزی منڈی اسلام آباد کے دھماکے کی ذمہ داری یونائیٹڈ بلوچ آرمی نے قبول کی ہے جسے وزارت داخلہ کے ترجمان نے مضحکہ خیز قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ابتدائی تفتیش کے مطابق اس کی کڑیاں کہیں اور جا کر ملتی ہیں۔ تاہم انہوں نے کسی گروپ کا نام لینے سے گریز کیا۔ اس سلسلے میں کالعدم تحریک طالبان کے ترجمان کا بیان قابل غور ہے، جنہوں نے سبزی منڈی اسلام آباد اور جعفر ایکسپریس کے دھماکوں سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ طالبان جنگ بندی کے اعلان پر قائم ہیں۔ انہوں نے پہلی بار یہ فقہی موقف بھی بیان کیا کہ بے گناہ افراد کو مارنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ ان کے اس تازہ موقف کے بعد انٹیلی جنس ایجنسیوں کے لئے پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہوگیا ہے کہ وہ بم دھماکوں اور دہشت گردی کی دوسری وارداتوں کے پیچھے کارفرما خفیہ ہاتھ بے نقاب کریں۔ کیا ان بے رحمانہ واقعات میں طالبان کا کوئی منحرف گروہ ملوث ہے؟ کیا ان میں کسی غیر ملکی طاقت کا ہاتھ ہے؟ یا یہ کسی تیسرے فریق کی کارستانی ہے جو حکومت طالبان مذاکرات کو سبوتاژ کرنا چاہتا ہے؟ اس حوالے سے یہ سوال بھی بہت اہم ہے کہ اگر حکومت اور طالبان میں کسی امن معاہدہ پر اتفاق ہوجاتا ہے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس کے بعد دھماکے نہیں ہوں گے؟ اب تک تو دہشت گردی کی ہر کارروائی طالبان کے کھاتے میں ڈالی جاتی تھی اور ان میں سے بیشتر کی ذمہ داری وہ قبول بھی کرتے تھے۔ مگر امن معاہدے کے بعد بھی یہ کارروائیاں جاری رہیں تو متاثرین کریں گے دعویٰ کس پر؟ جنداللہ پر، احرارالہند پر یا کسی بلوچ عسکری تنظیم پر، خفیہ ایجنسیوں کی توجہ زیادہ تر طالبان پر مرکوز رہی ہے۔ انہیں پہلے نہیں تو لمحہ موجود سے چاروں طرف نظریں دوڑا کر پاکستان کے دشمنوں کا کھوج لگانا ہوگا۔ کسی خاص فریق کی بجائے اپنی سراغرسانی اور تحقیق و تفتیش کا دائرہ وسیع کرکے اصل مجرموں کو قانون کے کٹہرے میں لانا ہوگا تاکہ ملک خوف اور دہشت سے آزاد ہوکر تعمیر و ترقی کے سفر پر گامزن ہوسکے۔

11-10-13 Jang

طالبان مذاکرات : نئی پیش رفت

حکومت طالبان مذاکرات کے حوالے سے ایک نئی پیش رفت بدھ کے روز سامنے آئی ہے۔ تحریک طالبان پاکستان کے سربراہ حکیم اللہ محسود کے ایک نشریاتی ادارے سے غیر معمولی انٹرویو میں دو اہم باتیں کہی گئی ہیں۔ ایک تو حکومت سے سنجیدہ مذاکرات پر طالبان کے آمادگی کا اظہار ہے۔ دوسری یہ بات کہ مذاکرات جرگے کے ذریعے ہونے چاہئیں۔ قبل ازیں طالبان کے ترجمان نے یکم اکتوبر کو ایک ٹیلیفونک گفتگو میں علماء کی طرف سے جنگ بندی کی اپیل کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ جیسے ہی حکومت جنگ بندی کا اعلان کرے گی طالبان بھی جنگ بند کر دیں گے۔ ان واضح بیانات کے بعد گیند ایک بار پھر حکومت کے کورٹ میں نظر آرہی ہے۔ ملک کے قبائلی علاقوں میں سرگرم 30 سے زیادہ شدت پسند گروپوں پر کنٹرول رکھنے والے کمانڈر کا کہنا ہے کہ مذاکرات کے لئے ان سے اب تک رابطہ نہیں کیا گیا جبکہ حکومتی حلقوں کا کہنا ہے کہ طالبان سے بالواسطہ بات چیت کا سلسلہ کئی ہفتوں سے جاری ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ 9 ستمبر 2013ء کی آل پارٹیز کانفرنس میں پارلیمنٹ میں نمائندگی رکھنے والی سیاسی جماعتوں کے پارلیمانی لیڈروں نے ملک میں جاری دہشت گردی کے خاتمے کے لئے تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کی صورت میں امن کو ایک موقع دینے کا فیصلہ کیا تھا اور اسے حکومت اور فوجی قیادت سمیت تمام حلقوں کی حمایت حاصل تھی۔ اب جبکہ طالبان کی طرف سے سنجیدہ مذاکرات پر واضح آمادگی کا اظہار سامنے آچکا ہے تو حکومت کو بات چیت کے لئے جو بھی رسمی فورم ترتیب دینا ہے، اس پر فوری پیش رفت کی جانی چاہئے۔ متحارب فریق جب ایک دوسرے کی طرف بات چیت کے لئے بڑھتے ہیں تو معاملات زمانہ امن کے مذاکرات یا عام زندگی کی ملاقاتوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ شکووں، شکایتوں کا سلسلہ بھی چلتا ہے اور اپنی اپنی طرف کے سخت مزاج عناصر کو ساتھ لے کر چلنے کے لئے بھی بعض بیانات دیئے جاتے ہیں۔ مگر جب فریقین سنجیدگی سے گفتگو کرتے ہیں تو حالات میں بہتری کے امکانات بہر حال موجود رہتے ہیں۔ اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومتی حلقے بات چیت کے فورم کی تشکیل و ترتیب سمیت معاملات کو طول دینے سے گریز کریں کیونکہ جب عوام کو مسئلے کے حل کی سمت کوئی پیش رفت نظر نہیں آتی تو قیاس آرائیاں جنم لینے لگتی ہیں جبکہ دہشت گردی کے واقعات مایوسی میں اضافے کا سبب بنتے رہے ہیں جن کے باعث کل جماعتی کانفرنس میں نظر آنے والے قومی اتفاق رائے میں دراڑیں پڑنے کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ حکیم اللہ محسود نے میڈیا کے ذریعے اپنی شرائط پیش کرنے سے انکار کیا ہے تاہم طالبان کے ترجمان شاہد اللہ شاہد نے گزشتہ دنوں وزیرستان کا دورہ کرنیوالے صحافیوں کے گروپ کے سامنے طالبان قیدیوں کی رہائی، قبائلی علاقوں سے فوج کی واپسی اور ڈرون حملوں کی بندش سمیت کئی ایسی مشکل شرائط رکھی تھیں جو 9 ستمبر کو اے پی سی میں منظور کردہ مسودے کے غیر معمولی حد تک نرم لب و لہجے کو سامنے رکھتے ہوئے غیر متوقع کہی جاسکتی ہیں۔ حکومتی مسودے میں پیشگی شرائط تو کجا، دستور پاکستان کو ماننے تک کی بات نہیں کی گئی تھی کیونکہ حکومت طالبان کو ہر صورت میں مذاکرات کی میز پر لانے کی خواہش مند تھی۔ اب جبکہ تحریک طالبان پاکستان کے سربراہ کے انٹرویو سے جرگے کے ذریعے بات چیت کا عندیہ واضح ہے تو حکومت کو زیادہ سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اس باب میں تیزی سے اقدامات کرنے چاہئیں۔ بعض حلقوں کا یہ قیاس قابل فہم ہے کہ دونوں طرف سے مذاکرات کاروں کے ناموں سمیت کئی معاملات میں اخفا سے کام لیا جارہا ہے تاہم اچھا ہوتا کہ معصوم شہریوں کو خون میں نہلانے کا سلسلہ بند ہوجاتا اور عام آدمی کو کسی پیش رفت کا احساس ہوتا۔ مذاکرات کا پہلا فائدہ عام لوگوں کو ہوگا تو اس کے نتیجے میں طے پانے والے معاہدے کو عوامی حمایت حاصل ہوگی۔ دھماکے ہوتے رہے اور آپریشن بھی چلتا رہا تو لوگوں میں مذاکراتی عمل کی قبولیت کی گنجائش کم ہوتی چلی جائے گی۔ سر دست مثبت بات یہی ہے کہ دونوں فریق مذاکرات کیلئے تیار ہیں اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ بات چیت سے امن کا راستہ نکل سکتا ہے۔ اسی مثبت بات کو بنیاد بنا کر پیش قدمی کی جانی چاہئے۔

12-02-14 Jnag

مذاکرات: دس سالہ جنگ کب ختم ہوگی؟

طالبان کمیٹی کے ارکان نے جنوبی وزیرستان سے پشاور واپسی پر طالبان کی سیاسی شوریٰ سے بات چیت کی تفصیلات تو نہیں بتائیں لیکن جو چند مختصر اشارے دیئے ہیں انہیں کشیدگی اور بداعتمادی کے موجودہ ماحول میں حکومت طالبان مذاکرات کے حوالے سے امید افزا قرار دیا جاسکتا ہے۔ طالبان نے اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ مذاکرات آئین پاکستان کے تحت ہی ہوں گے جو ان کے سابقہ موقف اور طرز فکر میں ایک اہم تبدیلی ہے۔ کمیٹی کے ارکان کا کہنا ہے کہ حکومتی مذاکراتی کمیٹی نے ان کے سامنے جو نکات رکھے تھے طالبان شوریٰ کو ان سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور اس کا جواب مثبت ہے، تاہم انہوں نے حکومت سے چند وضاحتیں طلب کی ہیں۔ یہ امکان بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ حکومتی اور طالبان کمیٹیوں کی آئندہ ملاقات میں دونوں طرف سے سیز فائر کا فیصلہ بھی کیا جاسکتا ہے جس پر فوری طور پر عملدرآمد ہوگا۔ طالبان کا کہنا ہے کہ انہوں نے درحقیقت گزشتہ پندرہ روز سے تشدد کی کارروائیاں بند کر رکھی ہیں۔ اس دوران دہشت گردی کے جو واقعات رونما ہوئے ان سے طالبان کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ سکیورٹی فورسز نے بھی طالبان کے خلاف کارروائیاں بند کردی ہیں۔ یہ دس سالہ بدامنی ختم کرنے کی جانب پہلا قدم ہے جس میں استحکام اس وقت آئے گا جب حکومت اور طالبان کے درمیان براہ راست بامقصد اور بامعنی مذاکرات میں جامع شرائط کے تحت اس کی توثیق کی جائے گی۔ میڈیا میں طالبان کی جانب سے قیام امن کے لئے جن 15 شرائط کا ذکر کیا جارہا تھا، طالبان کمیٹی کے ارکان نے ان کی تردید کی ہے اور واضح کیا ہے کہ طالبان نے مذاکرات کے لئے کوئی پیشگی شرائط پیش نہیں کیں۔ اس حوالے سے طالبان کے ترجمان کا وہ بیان معنی خیز ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ حکومت ایسی شرائط عائد کرنے سے گریز کرے جن سے مذاکراتی عمل متاثر ہوسکتا ہو۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ فریقین کو دوران مذاکرات تلخیوں پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ یہ ایک مثبت سوچ ہے اور مذاکرات کو نتیجہ خیز بنانے کیلئے دونوں فریقوں کو اس پر عمل کرنا ہوگا۔ طالبان نے اگرچہ اب تک اعلانیہ کسی شرط کا اظہار نہیں کیا مگر وزیرستان سے فوج کے انخلا، طالبان قیدیوں کی رہائی اور نقصانات کے ازالے کیلئے جو باتیں ان سے منسوب کی جارہی ہیں وہ مذاکرات کی رفتار پر اثرانداز ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح حکومت سے بھی طالبان سے پیشگی ہتھیار ڈالنے جیسی باتیں منسوب ہوتی رہیں۔ ایسے نازک معاملات پر مذاکرات کی میز پر ہی بات ہو تو زیادہ مناسب ہے۔ اب جبکہ مذاکراتی عمل نہایت حساس مرحلے میں داخل ہوچکا ہے تو تمام اختلافی امور مذاکرات کی میز تک ہی محدود کر دینے چاہئیں۔ طالبان شوریٰ نے اپنی کمیٹی کو ابتدائی مطالبات پیش کر دیئے ہیں جن پر حکومتی کمیٹی سے مذاکرات کے دوسرے مرحلے میں غور و خوض ہوگا۔ طالبان کمیٹی کے ارکان مولانا سمیع الحق اور پروفیسر ابراہیم دونوں پرامید ہیں اور انہوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ وہ طالبان اور حکومت کے مابین اتفاق رائے پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ قوم کو خوشخبری ملے گی اور دس سالہ بدامنی جلد ختم ہوجائے گی۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں دونوں جانب سے مثبت اشارے ملے ہیں اور دونوں امن کیلئے مخلص ہیں تاہم کچھ عناصر مذاکرات کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں جن پر نظر رکھنا ہوگی۔ اس حوالے سے وزیرستان میں سکیورٹی فورسز پر حملوں کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ وزیرستان طالبان کا گڑھ ہے۔ اگر حملوں میں ان کا ہاتھ نہیں تو پھر یہ تیسری قوت کون ہے جو مذاکرات کو ناکام بنانا چاہتی ہے اور ان کی نظر سے پوشیدہ ہے؟ طالبان کو خود بھی اس کی نشاندہی کرنا ہوگی تاکہ ان کی طرف اٹھنے والی انگلیوں کا رخ حقیقی دشمن کی طرف مڑ سکے اور اس کا پیچھا کیا جاسکے۔ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ حکومت تخریب کاری کی اشتعال انگیز کارروائیوں کا ذمہ دار طالبان کو ٹھہرانے سے گریز کرتے ہوئے مذاکراتی عمل کو سنجیدگی سے آگے بڑھا رہی ہے عوام اس عمل کی کامیابی کے منتظر ہیں تاکہ ملک امن و استحکام کی راہ پر گامزن ہوسکے۔ سیاسی و عسکری قیادت اور طالبان سمیت ملک کے تمام بہی خواہوں کو اس عمل میں اپنا دانشمندانہ اور فیصلہ کن کردار ادا کرنا چاہئے۔

12-03-14 Jang

مذاکرات کا نیا دور

وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار نے کہا ہے کہ نئی حکومتی مذاکراتی کمیٹی کا اعلان دو تین روز میں کر دیا جائے گا جو طالبان سے براہ راست مذاکرات کرے گی۔ جیو کے پروگرام جرگہ میں گفتگو کرتے ہوئے وزیر داخلہ کا کہنا ہے کہ ابھی یہ طے کیا جائے گا کہ مذاکرات کہاں ہوں گے تاہم مولانا سمیع الحق کی کمیٹی نے پہلے بھی مثبت کردار ادا کیا ہے اور ان کی خواہش ہے کہ طالبان سے رابطہ کے لیے وہ کمیٹی قائم رہے۔ حکومت کامیابی سے امن مذاکرات کو آگے بڑھانا چاہتی ہے۔ اگرچہ طالبان کی جانب سے پہلے ہی ایک ماہ کے لیے جنگ بندی کا اعلان کر کے امن مذاکرات کا عندیہ دیا گیا تھا اور حکومت نے بھی مثبت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے فضائی حملے روک دیئے تاہم طالبان کی جانب سے نئی مذاکراتی کمیٹی کا ابھی تک اعلان نہیں کیا گیا اور نہ ہی مذاکرات کے حوالے سے ابتدائی رابطوں کے لئے کسی کو نمائندہ نامزد کیا گیا ہے۔ جبکہ خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ نے اس حوالے سے طالبان کو صوبہ میں عارضی رابطہ دفتر قائم کرنے کی تجویز دی تھی جس پر تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کا کہنا ہے کہ طالبان سے پہاڑوں پر تو مذاکرات نہیں ہوسکتے اس کے لئے قطر کی طرز پر یہاں بھی ان کا سیاسی دفتر کھلنا چاہئے۔ لیکن ہم وفاق سے مشاورت کے بغیر طالبان کا دفتر نہیں کھولیں گے۔ یہ مناسب اور درست بات بھی ہے لیکن یہ بھی تو ضروری ہے کہ طالبان سے براہ راست مذاکرات کے نئے دور کے آغاز کے لئے کسی سے کوئی رابطہ بھی ہونا چاہئے۔ یہ عارضی دفتر کی صورت بھی ہوسکتا ہے یا ایسے بھی جیسے کہ وزیر داخلہ نے تجویز دی ہے کہ طالبان کی جانب سے مولانا سمیع الحق کی سربراہی میں جو کمیٹی قائم کی گئی تھی اسے رابطہ کے لئے برقرار رکھا جائے۔ تاکہ مذاکراتی عمل کو نتیجہ خیز بنانے میں سہولت ہو اور حکومتی کمیٹی طالبان کے نمائندوں سے براہ راست رابطے میں رہے۔ اس بارے میں دونوں جانب سے باہمی مشاورت کے بعد طریق کار طے کیا جاسکتا ہے تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ طالبان کی جانب سے انتہائی مثبت رویہ کا اظہار کیا جائے!!

SMS: #JEC (space) message & send to 8001

12-08-13 Jang

پہلی ترجیح امن وامان کی بحالی ہونی چاہئے

حکمرانوں سمیت پوری قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ عین عید کے موقع پر بھی ملک میں دہشت گردی کا ہولناک سلسلہ جاری رہا اور اس کی روک تھام کی کوششیں موثر ثابت نہیں ہوسکیں۔ خون ریزی کے سب سے سنگین واقعات صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں پیش آئے۔ بدھ کے روز ایس ایچ او محب اللہ جان کو اس وقت نشانہ بنایا گیا جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ عید کی خریداری میں مصروف تھے۔ جمعرات کو ان کی نماز جنازہ پولیس لائن کوئٹہ میں ادا کرنے کی تیاریوں کے دوران ایک خودکش حملہ آور کی کارروائی کے نتیجے میں ڈی آئی جی فیاض سنبل اور متعدد اعلیٰ پولیس افسروں اور اہلکاروں سمیت تقریباً چالیس افراد جاں بحق اور کم وبیش ساٹھ زخمی ہوگئے۔ جمعہ کے روز کوئٹہ کے علاقے بائی پاس کی جامع مسجد فاروقیہ میں عید کی نماز کے لیے آنے والوں پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کردی جس سے 9 افراد جاں بحق اور 29 زخمی ہوگئے۔ عید ہی کے دن اسلام آباد کے نواحی علاقے بارہ کہو میں واقع جامع مسجد ابوطالب میں نماز جمعہ کے اختتام پر ایک خودکش حملہ آور نے فائرنگ کرتے ہوئے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تاہم گارڈ کی جوابی فائرنگ سے حملہ آور زخمی ہوگیا اور اسے اپنے جسم پر موجود خودکش جیکٹ کو اڑانے کا موقع نہیں ملا۔ یہ شخص بعد میں ہلاک ہوگیا جبکہ اس کی فائرنگ سے گارڈ سمیت چار افراد زخمی ہوئے۔ کوئٹہ کے خودکش حملے کا چیف جسٹس نے ازخود نوٹس لے لیا ہے اور اس معاملے کی سماعت کے لیے پندرہ اگست کی تاریخ مقرر کردی ہے۔ برطانوی نشریاتی ادارے کے مطابق تحریک طالبان پاکستان نے کوئٹہ کے خودکش حملے کی ذمے داری قبول کرلی ہے۔ وفاقی وزیر سرحدی امور عبدالقادر بلوچ نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ تحریک طالبان نے اپنی حکمت عملی تبدیل کرلی ہے اور فاٹا کے بجائے اب بلوچستان اس کی کارروائیوں کا اصل ہدف بن گیا ہے۔ بلوچستان میں علیحدگی پسند اور فرقہ پرست تنظیمیں پہلے ہی بہت منظم ہیں اور دہشت گردی کی بہت بڑی بڑی کارروائیاں ان کی جانب سے کی جاتی رہی ہیں۔ اس تناظر میں موجودہ صورت حال کی سنگینی پوری طرح عیاں ہے۔ کوئٹہ کی جامع مسجد فاروقیہ اور بارہ کہو کی مسجد ابوطالب میں دہشت گردی کی کارروائیوں کی نوعیت واضح طور پر فرقہ وارانہ ہے۔ کراچی میں بھی ٹارگٹ کلنگ اور پرتشدد واقعات کا سلسلہ حسب معمول جاری رہا جس کے نتیجے میں دس سے زائد افراد جاں بحق اور ایک درجن کے قریب زخمی ہوگئے۔ ان تفصیلات سے واضح ہے کہ ملک میں انتخابات کے بعد نئی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے قیام کو دو ماہ سے زائد کی مدت گزر جانے کے باوجود امن وامان کی صورت حال میں کوئی بہتری نہیں آئی ہے۔ وزیراعظم معیشت کی بحالی اور لوڈشیڈنگ کے خاتمے کو اپنی پہلی ترجیح قرار دیتے رہے ہیں لیکن دو ماہ کی اس مدت میں یہ حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آگئی ہے کہ قوم اور ملک کی بقا اور سلامتی کے لیے سب سے پہلے پورے ملک میں امن وامان کا قیام ضروری ہے۔ جمعرات کو ایوان وزیر اعظم سے جاری ہونے والی ایک خبر کے مطابق وزیراعظم نے وزیر داخلہ سے ملک میں امن وامان کی صورت حال پر تفصیلی بات کی ہے اور انہیں ہدایت کی ہے کہ وہ میں اگست تک انسداد دہشت گردی کی پالیسی کے مسودے کو حتمی شکل دے دیں۔ وزیراعظم نے ریاست اور عوام کے دشمنوں کے خلاف بھرپور کارروائی کے عزم کا اظہار بھی کیا ہے۔ تاہم اب زبانی دعووں کے بجائے فوری اور موثر عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ ملک میں دہشت گردی کی ذمے دار ایک نہیں متعدد طاقتیں ہیں۔ ان میں سے اگر کسی کے ساتھ بات چیت کی کوئی گنجائش ہے تو اس کا سلسلہ کم سے کم مدت میں شروع کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے اور جن عناصر کا ملک دشمن اور ملک دشمن طاقتوں کا آلہ کار ہونا یقینی ہے اور جن کے ساتھ بات چیت کی گنجائش نہیں، ان کے خلاف جلد از جلد فیصلہ کن اقدامات عمل میں لائے جانے چاہئیں۔ اس مقصد کے لیے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے کے ساتھ انسداد دہشت گردی کا قومی ایجنڈا مرتب کیا جانا اور پھر اس پر موثر طور پر عمل کرکے ملک میں امن وامان بحال کرنا دوسرے ہر کام سے زیادہ ضروری ہے۔

12-09-13 Jang

پہلا موقع مذاکرات کو دیں!

سیاسی قیادت کی طرف سے پاکستانی طالبان سے مذاکرات پر اتفاق رائے کے ایک روز بعد وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خاں کی اسلام آباد میں منعقدہ پریس کانفرنس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بات چیت کا فریم ورک تیار کرلیا گیا ہے۔ موجودہ حکومت کے اعلانات اور اقدامات اس بات کی نشان دہی کر رہے ہیں کہ امن وامان قائم کرنے کی کوششیں ہمہ جہتی ہیں۔ ایک طرف اندرون ملک بدامنی اور جرائم ختم کرنے کے لئے ٹارگٹڈ کارروائیوں پر توجہ دی جارہی ہے، دوسری جانب پاکستانی طالبان سے امن بات چیت کی حکمت عملی روبہ عمل لائی جارہی ہے، تیسری سمت پاکستان میں گرفتار افغان طالبان کو مرحلہ وار چھوڑا جارہا ہے کیونکہ ان کی رہائی کو کابل کی کرزئی حکومت اور امریکہ کی اوباما انتظامیہ افغانستان کے مستقبل کی صورت گری کے حوالے سے ایک بڑی ضرورت کے طور پر دیکھ رہی ہے جبکہ اسلام آباد کے نقطہ نظر سے پاکستان میں امن واستحکام کا انحصار بھی بڑی حد تک افغانستان کے حالات پر ہے۔ دراصل امن وامان سے تعلق رکھنے والے بہت سے داخلی وخارجی معاملات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور یہ سب ہی اپنی اپنی اہمیت وترتیب کے حوالے سے توجہ طلب ہیں۔ وفاقی وزیر داخلہ کا کہنا ہے کہ طالبان سے مذاکرات کا فیصلہ اپنا ہے، یہ کسی غیرملکی دباؤ پر نہیں کیا گیا۔ یہ وضاحت بعض حلقوں کی اس خیال آرائی کے پس منظر میں، کہ افغانستان سے غیرملکی فوجی ساز وسامان بحفاظت واپس لے جانے کے لئے راستے کو محفوظ بنانا ناگزیر ہوچکا ہے، بروقت بھی ہے اور مناسب بھی۔ ممکن ہے طالبان سے امن بات چیت میں مذکورہ بالا معاملے میں مدد مل سکے، مگر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ امن وامان کا قیام ہماری اپنی ضرورت ہے دہشت گردانہ سرگرمیوں کے نتیجے میں قومی زندگی کے ہر شعبے پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اب قیام امن کیلئے مذاکرات کی صورت اس طرح بنی ہے کہ 9/ستمبر کو منعقدہ کل جماعتی کانفرنس میں اہم معاملات پر اتفاق رائے سامنے آیا ہے اور پاکستانی طالبان نے بھی اس پر مثبت ردعمل ظاہر کیا ہے تو اس منظرنامے سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر امن وامان باہمی بات چیت سے قائم ہوسکتا ہے تو پہلا موقع مذاکرات کو دیا جانا چاہئے۔ وفاقی حکومت کے ترجمان اور وزیر اطلاعات سینیٹر پرویز رشید کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وزیر داخلہ طالبان سے مذاکرات کا طریق کار طے کر رہے ہیں۔ یہ واضح ہے کہ اس باب میں بعض سہولت کار بھی اپنا کردار ادا کر رہے ہوں گے۔ اور اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت اور طالبان میں مذاکرات پر اتفاق ہونے کے بعد دونوں جانب سے مذاکراتی کمیٹیوں کے ارکان کو حتمی شکل دینے پر صلاح مشورے تیز ہوگئے ہیں۔ ایک اطلاع کے مطابق حکیم اللہ محسود کی سربراہی میں 78 طالبان گروپوں کے نمائندوں کا اجلاس ہوا ہے جس میں بعض مطالبات کی فہرست بھی تیار کی گئی ہے۔ دوسری اطلاع کے مطابق بعض اہم طالبان لیڈروں کی آمد کے بعد حتمی فیصلے کئے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی وزیراعظم کے مشیر برائے قومی سلامتی وخارجہ امور سرتاج عزیز کے ایک انٹرویو اور دفتر خارجہ کے ایک بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام آباد نے ملا عمر کے نائب اور معتمد ملا عبدالغنی برادر کو، جن کی رہائی کا مطالبہ صدر حامد کرزئی نے پچھلے ماہ دورہ پاکستان میں کیا تھا، رہا کرنے کا اصولی فیصلہ کرلیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ افغانستان جاکر مصالحتی عمل میں کردار ادا کریں گے یا نومبر 2012ء سے رہا کئے گئے 33 دوسرے طالبان لیڈروں کی طرح یہیں رہنے کو ترجیح دیں گے۔ اسی طرح حکومت پاکستان مقامی طالبان سے جس مکالمے کا آغاز کررہی ہے، اس کے بارے میں بعض حلقے پچھلے 9 معاہدوں کے انجام کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگرچہ بہت زیادہ توقعات نہیں رکھتے مگر امید پر دنیا قائم ہے اور طالبان کی طرف سے ملنے والے مثبت اشاروں سے امید بندھتی ہے کہ اس بار امن کوششیں بارآور ہوسکتی ہیں۔ حکومت پاکستان اور طالبان سمیت تمام حلقوں کا مفاد اسی میں مضمر ہے کہ دنیائے اسلام کے اس اہم ملک میں امن واستحکام قائم ہو اور یہ ترقی وخوشحالی کی شاہراہ پر تیزی سے گامزن ہو۔

13-01-14 Jang

طالبان پیشکش سے فائدہ اٹھائیں!

صدر مملکت ممنون حسین نے کہا ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے بات چیت اولین ترجیح ہے، گمراہ عناصر کو اس پیشکش سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ قبائلی جرگے سے خطاب کرتے ہوئے صدر مملکت نے فاٹا کی تعمیر و ترقی کے لئے متعدد منصوبوں کا بھی اعلان کیا۔ موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد ملک میں دہشت گردی کے خاتمے کے لئے طالبان سے مذاکرات کرنے کا فیصلہ کیا اور اس حوالے سے تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پارٹیز کانفرنس کی گئی جس میں تمام جماعتوں نے متفقہ طور پر طالبان پاکستان سے مذاکرات کرنے کو اولین ترجیح قرار دیا تھا جبکہ ملک کی عسکری قیادت نے بھی اس موقف کی تائید کی تھی۔ وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کے مطابق اس سلسلے میں طالبان سے رابطے بھی کئے گئے تاہم ڈرون حملے میں طالبان پاکستان کے سربراہ حکیم اللہ محسود قتل ہو گئے جس پر امن مذاکرات تعطل کا شکار ہو گئے اور اس کے بعد کئی مقامات پر دہشت گردی کے سنگین واقعات بھی ہوئے اس کے باوجود حکومت نے مذاکرات کے دروازے بند نہیں کئے۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے صوبہ خیبر پختونخوا کے ایک ممتاز عالم دین مولانا سمیع الحق سے ملاقات کی اور انہیں طالبان سے رابطہ کرنے کے لئے کہا۔ دوسری جانب مولانا فضل الرحمن نے بھی جرگہ کر کے بات کو آگے بڑھانے کے لئے موثر اقدامات کئے ہیں۔ اس بارے میں دو رائے نہیں ہیں کہ ملک میں دہشت گردی کے خاتمے اور قیام امن کے لئے طالبان سے بامقصد مذاکرات کئے جائیں۔ صدر مملکت کا کہنا درست ہے کہ بات چیت ہی اولین ترجیح ہے۔ ضرورت ہے کہ طالبان رہنما بھی اس پیشکش پر سنجیدگی سے غور کریں اور ماضی کی تلخیوں کو فراموش کر کے ملک میں امن قائم کرنے کے لئے مثبت رویہ اختیار کریں تاکہ فاٹا کے علاقے میں امن قائم ہو اور تعمیر و ترقی کا دور شروع ہو سکے کیونکہ جنگیں خواہ کتنے ہی اچھے عزائم سے لڑی جائیں وہ لامتناہی عرصہ تک جاری نہیں رکھی جا سکتیں اور انہیں بہر طور ایک دن بند کرنا پڑتا ہے۔

13-02-14 Jang

مذاکرات اور دھماکے اکٹھے کیسے چلیں گے؟

ایک طرف حکومت اور طالبان کی مذاکراتی ٹیمیں امن بات چیت کو آگے بڑھانے کے لئے ابتدائی تیاریاں مکمل کر چکی ہیں اور امکانات ظاہر کئے جا رہے ہیں کہ مطلوب وضاحتوں پر تبادلہ خیال کے بعد فریقین میں جنگ بندی کا فیصلہ سامنے آ سکتا ہے۔ دوسری جانب ملک کے مختلف حصوں میں دھماکوں اور تخریبی کارروائیوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ بدھ کے روز بڈھ بیر میں امن لشکر کے سربراہ کے گھر پر نامعلوم حملہ آوروں کی فائرنگ اور بم دھماکے میں ابتدائی اطلاعات کے مطابق 9 افراد جاں بحق ہو گئے ہیں جبکہ اس سے ایک روز قبل پشاور کے ایک سینما گھر میں دستی بموں کے یکے بعد دیگرے تین دھماکے ہوئے جن کے نتیجے میں 13 افراد جاں بحق اور 25 زخمی ہو گئے۔ زخمیوں میں سے کئی کی حالت تشویشناک بتائی جاتی ہے۔ اسی روز ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقے کولاچی میں دہشت گردی کی ایک کوشش ناکام ہو گئی اور سڑک کے کنارے بم نصب کرنے والے تین افراد اچانک دھماکے سے خود ہی نشانہ بن گئے۔ صورت حال یہ ہے کہ حکومت کی جانب سے مذاکرات کے لئے کمیٹی کے اعلان سے اب تک 15 دہشت گرد حملے خیبر پختونخوا میں اور تین کراچی میں ہو چکے ہیں۔ تحریک طالبان پاکستان حالیہ حملوں کے واقعات سے لاتعلقی کا اظہار کرتی رہی ہے۔ خیال کیا جا رہا ہے کہ کچھ عناصر مذاکرات کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ اس حوالے سے وزیرستان میں سیکورٹی فورسز کی چوکیوں پر حملوں کے واقعات کا ذکر بے محل نہیں ہو گا جبکہ سب ہی جانتے ہیں کہ مذاکرات کے ذریعے امن قائم کرنے کی کوششوں کو پہلا موقع دینے کے حکومتی فیصلے کو تمام سیاسی حلقوں اور ریاستی اداروں کی حمایت حاصل ہے۔ مذاکرات کی کامیابی اور افہام و تفہیم کی کوششوں کو بارآور بنانے کے لئے ضروری ہے کہ دہشت گردی کے ذریعے انہیں سبوتاژ کرنے میں خواہ کوئی تیسری قوت ملوث ہو خواہ کچھ گروپ اس کے لئے کوشاں ہوں طالبان قیادت ان کو بے نقاب کرے اور ان کا ہاتھ روکنے میں مدد دے۔ وزیراعظم میاں نواز شریف نے اسی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے منگل کے روز طالبان کمیٹی کے ساتھ اجلاس میں شرکت کے بعد رپورٹ پیش کرنے کے لئے ایوان وزیراعظم آنے والی حکومتی ٹیم سے گفتگو کے دوران اس امر کی خاص طور پر نشاندہی کی کہ امن مذاکرات شروع ہونے کے بعد دہشت گردی ختم ہونی چاہئے۔ مذکورہ کمیٹی نے وزیراعظم کو جو بریفنگ دی ہے اور طالبان شوریٰ سے ملاقات کے بعد واپس آنے والی طالبان کی کمیٹی نے جو اشارے دیئے ہیں ان سے مجموعی طور پر مثبت تاثر اجاگر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ طالبان قیادت نے حکومتی ٹیم کو ملاقات کی دعوت دی ہے جس پر غور کیا جا رہا ہے۔ دونوں کمیٹیوں کے مشاورتی اجلاس کے بعد جاری کئے گئے بیان سے بھی امن کی طرف بڑھنے کا تاثر نمایاں ہے۔ بیان کے مطابق طالبان کھلے ذہن کے ساتھ مذاکرات کرنا چاہتے ہیں اور ان کی بھی خواہش ہے کہ قوم کو جلد خوشخبری سنائی جائے۔ بات چیت صلح جوئی کا موثر ذریعہ ہے اور جنگ کی صورت میں بھی بعد ازاں فریقین کو مذاکرات ہی کی میز پر آنا پڑتا ہے۔ اب جبکہ دس سال سے جاری جنگ جیسی کیفیت سے باہر آنے اور اہم فیصلوں کی طرف بڑھنے کی راہ ہموار ہو گئی ہے تو یہ احتیاط لازم ہے کہ فریقین اپنی زبان بند رکھیں، میڈیا کو اختلافی بیانات دینے سے گریز کریں اور اپنا اپنا موقف صرف مذاکرات کے دوران پیش کریں۔ خاص طور پر ایسی بعض باتوں سے اجتناب کیا جانا چاہئے جیسی ایک امریکی میگزین کی وساطت سے ایک فریق کے نقطہ نظر کے بارے میں سامنے آئی ہیں۔ کیونکہ ایسی باتوں پر بہت سے حلقوں کو حاشیہ آرائی کرنے اور بنتے ہوئے معاملات کو بگاڑنے کا موقع ملتا ہے۔ توقع کی جانی چاہئے کہ فریقین جب تک کسی حتمی نتیجے پر نہ پہنچ جائیں، میڈیا پر بیان بازی سے گریز کریں گے اور تحمل، بردباری اور اعلیٰ ظرفی کے ساتھ مکالمے کو آگے بڑھاتے ہوئے ان عناصر کی کوششیں ناکام بنا دیں گے جو بدامنی کے ذریعے مذاکرات کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ مذاکرات اور دھماکے ساتھ ساتھ جاری رہے تو بات بگڑنے کے خدشات کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

13-03-14 Jang

مذاکراتی حکمت عملی پر قومی اتفاق!

منگل کے روز وزیراعظم نواز شریف کی زیر صدارت ایوان وزیراعظم اسلام آباد میں منعقدہ اعلیٰ سطح کا اجلاس کئی اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کا حامل کہا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس اجلاس کے ذریعے تمام حلقوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ سیاسی و عسکری قیادت دہشت گردی ختم کرنے اور قیام امن کے لئے طالبان سے بات چیت کو پہلا موقع دینے کے موقف پر اکٹھے ہیں۔ دوئم یہ کہ اس کے ذریعے ایک بار پھر واضح کیا گیا ہے کہ سیاسی قیادت تمام معاملات کی پوری طرح کمان کر رہی ہے اور فوجی قیادت سول انتظامیہ کے فیصلوں سے قوت و رہنمائی حاصل کرتی ہے۔ اس اجلاس کی تیسری اہمیت یہ ہے کہ اس میں دہشت گردی کے خلاف جنگ اور طالبان سے مذاکرات کے باب میں حکمت عملی کے بنیادی خدوخال طے کئے گئے ہیں۔ سیاسی و فوجی قیادتوں کے درمیان رابطوں، مشاورت اور سوچ بچار کے ایک ایسے تسلسل کا بھی اظہار ہوا ہے جس کی موجودگی میں اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی۔ پچھلے کئی ہفتوں سے وزیراعظم اور فوجی قیادت کے درمیان رابطوں نے ایک ایسی حکمت عملی کی صورت اختیار کر لی ہے جس کے باعث ملک میں امن و امان قائم کرنے کی کوششوں میں ہر سطح پر ہم آہنگی نظر آ رہی ہے۔ اس طرح اس معاملے کو منطقی انجام یعنی صلح یا جنگ تک پہنچانا آسان ہوگا۔ مذکورہ اجلاس کے بعد ریاستی اداروں میں فاصلے یا اختلاف رائے کی افواہیں بھی دم توڑ گئی ہیں۔ دوسری جانب سیاسی حلقوں میں جو اتفاق رائے آل پارٹیز کانفرنس کی طرف سے حکومت کو طالبان سے مذاکرات یا کارروائی کا اختیار دینے کے حوالے سے سامنے آیا تھا وہ زیادہ قوی ہوا ہے اور تمام سیاسی پارٹیاں اس نقطہ نظر کا اظہار کرتی نظر آ رہی ہیں کہ طالبان سے افہام و تفہیم کے ذریعے قیام امن کے موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے مگر سیز فائر کو شدت پسندی کی سرگرمیاں دوبارہ شروع کرنے کی تیاریوں کا ذریعہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو طالبان سے مذاکرات کی حکمت عملی پر اس وقت تمام حلقے زیادہ اعتماد و یقین کے ساتھ ایک صفحے پر نظر آ رہے ہیں۔ ایوان وزیراعظم کی طرف سے مذکورہ اجلاس کے بارے میں 60 الفاظ پر مشتمل پریس ریلیز جاری کیا گیا ہے جس میں سادہ لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ اجلاس میں ملک کی مجموعی سیکورٹی صورتحال پر غور و خوض کیا گیا ہے تاہم باخبر ذرائع کے حوالے سے آنے والی تفصیلات بتاتی ہیں کہ آرمی چیف نے وزیراعظم کو حالیہ کور کمانڈرز کانفرنس کے فیصلوں پر، ڈائریکٹر جنرل آئی ایس آئی نے ملک کی اندرونی و سرحدی سیکورٹی صورتحال پر اور وزیر داخلہ نے طالبان کمیٹی اور دیگر سیاسی رہنماؤں سے رابطوں کے بارے میں بریف کیا۔ اجلاس میں کراچی کی صورتحال سمیت ملک کی مجموعی داخلی صورتحال پر غور کے بعد اہم فیصلے کئے گئے۔ ایسے وقت کہ حکومت اور طالبان کے درمیان براہ راست مذاکرات کا مرحلہ سامنے آ چکا ہے ان مذاکرات میں حصہ لینے والوں کے ناموں سمیت تمام ضروری امور کا زیر غور آنا ایک قدرتی بات ہے۔ وزیر داخلہ اور حکومتی حلقوں کی طرف سے یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ مذاکرات میں فوج براہ راست شریک نہیں ہوگی مگر یہ ظاہر ہے کہ اس عمل میں حکومت کو فوج کی بالواسطہ اعانت حاصل رہے گی۔ اگرچہ اس ضمن میں وزیراعظم کی زیر صدارت ایک اور اعلیٰ سطح کا اجلاس اسی ہفتے بلائے جانے کا امکان ہے مگر یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ سیاسی و فوجی قیادت ملک کی مجموعی سیکورٹی کی صورتحال پر نہ صرف مسلسل رابطے میں ہیں بلکہ تمام متعلقہ فیصلے اور اقدامات بھرپور مشاورت سے کئے جا رہے ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے ملک میں قیام امن کے حصول کے لئے منطقی نتائج کی طرف درست طور پر بڑھا جا سکتا ہے۔ طالبان سے ہونے والے مذاکرات کا نیا دور اس بات کا پیمانہ بھی ہوگا کہ دوسرے فریق نے ایک ماہ تک دہشت گردی کی سرگرمیاں روکنے کا جو وعدہ کیا ہے اسے نباہنے کی کس حد تک صلاحیت رکھتا ہے۔ تاہم یہ بات سب ہی کے مفاد میں ہے کہ امن و امان کی فضا قائم ہو اور قبائلی علاقوں سمیت ملک کے ہر حصے میں ترقی و خوشحالی کے کاموں پر توجہ دی جائے۔